8/16

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۰ اگست ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ◎ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا یُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا وَیُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَیَجْتَنِبُ الْکَبَائِرَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ قَالَ فَسَأَلُوْہُ مَا الْکَبَائِرُ قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰہِ وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ وَقَتْلُ النَّفْسِ۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

ترجمہ:۔ ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرے اور اس میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیرائے، نماز اچھی طرح پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے، کبائر سے بچتا رہے۔ مگر وہ ضرور بالضرور جنت میں جائے گا لوگوں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہؐ کبائر کی تفصیل کیا ہے؟ فرمایا خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جہاد سے بھاگ جانا اور کسی کو ناحق قتل کرنا یہ سب کبیرہ ہیں۔ (مستدرک)

۲۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَغْفِرُ لِعَبْدِہٖ مَا لَمْ یَقَعِ الْحِجَابُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ۔ (رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور)

ترجمہ:۔ ابو ذرؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اپنے بندہ کے گناہ برابر بخشتا رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت (اور اس کے بندہ کے درمیان) پردہ نہیں پڑتا۔ صحابہ نے پوچھا۔ وہ پردہ کیا چیز ہے؟ فرمایا وہ پردہ یہ ہے کہ شرک کے عقیدہ پر کسی کی موت آ جائے۔ (کتاب البعث والنشور)

۳۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ عَلِمَ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَۃٍ عَلٰی مَغْفِرَۃِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَہٗ وَمَا اُبَالِیْ مَا لَمْ یُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا۔ (رواہ فی شرح السنہ)

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ جو شخص یہ یقین رکھے کہ مَیں تمام گناہوں کی بخشش پر قدرت رکھتا ہوں مَیں اس کو بخش دوں گا بشرطیکہ اس نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو اور مَیں بڑا بے نیاز ہوں۔ (شرح السنہ)

۴۔ عَنْ عَائِشَۃَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الدَّوَاوِیْنُ ثَلَاثَۃٌ دِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰہِ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ۔ وَدِیْوَانٌ لَا یَتْرُکُہُ اللّٰہُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَہُمْ حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُہُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِیْوَانٌ لَا یَعْبَأُ اللّٰہُ بِہٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَہُمْ وَبَیْنَ اللّٰہِ فَذَاكَ اِلَی اللّٰہِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَہٗ وَاِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْہُ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کے دفاتر تین قسم کے ہیں ایک شرک کا دفتر اس کی بخشش کا تو کوئی امکان ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرما چکا ہے "خدا تعالےٰ اس بات کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے"۔ دوسرا دفتر وہ ہے جس کا انتقام لئے بغیر اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑے گا یہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ تیسرا دفتر ان حقوق کا ہے جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہیں۔ اس کا معاملہ اللہ تعالےٰ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے تو ان پر گرفت فرمائے اور چاہے درگذر فرمائے شعب الایمان

۵۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلٰوۃً مَکْتُوْبَۃً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَکَہَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ الذِّمَّۃُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّہَا مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ۔ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ میرے سب سے بزرگ محبوب نے یہ وصیّت فرمائی ہے کہ کسی کو اللہ تعالےٰ کا شریک نہ ٹھہرانا، اگرچہ تمہاری بوٹی بوٹی کر دی جائے اور تم کو جلا کر خاک بھی کر دیا جائے اور دیکھو جان بوجھ کر کوئی فرض نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جو شخص جان کر نماز چھوڑ بیٹھتا ہے اللہ تعالےٰ اس سے بری الذمّہ ہو جاتا ہے — اور شراب کبھی نہ پینا کیونکہ اس سے تمام برائیوں کا دروازہ کھُل جاتا ہے (ابن ماجہ)

۶۔ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ مَاتَ لَا یُشْرِكُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ (رواہ احمد والشیخان)

ترجمہ:۔ ابو ایوب انصاری روایت فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سُنا ہے جو شخص شرک سے پاک وصاف مرجائے گا وہ ضرور جنتی ہوگا (احمد وشیخین)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

فون نمبر ۶۷۵۴۵

شرح چندہ

پاکستان و ہندوستان
سالانہ:۔ گیارہ روپے
ششماہی:۔ چھ روپے
سہ ماہی:۔ تین روپے
فی پرچہ:۔ ۲۵ پیسے

سعودی عرب، کویت، ایران، افریقہ
ملایا۔ ہانگ کانگ۔ انگلینڈ
:۔ سالانہ :۔
عام ڈاک سے:۔ ۱۸٫۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے:۔ ۵۴٫۰۰ روپے

امریکہ:۔ عام ڈاک سے ۴۹ روپے ہوائی ڈاک سے ۸۴٫۰۰ روپے
بیرونی ممالک کیلئے چھ ماہ سے کم میعاد کیلئے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا۔

جلد ۸ | ۹ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۶۲ء | شمارہ ۱۴

آہ! مولانا حفظ الرحمٰن رح

ہم مسلمانانِ ہند و پاکستان پر یہ انتہائی ابتلاء کا دَور ہے کہ ہمارے صفِ اوّل کے دینی رہنما، عزم و استقلال کے کوہِ وقار، زہد و تقویٰ کے پہاڑ اور تہذیب و انسانیت کے معلّم ایک ایک کر کے ہمیں داغِ مفارقت دے رہے ہیں۔ شیخ الاسلام سید العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ، قطب الاقطاب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ، خطیب اعظم امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس اللہ اسرارہٗ اور مخدوم العلماء مفتیٔ اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہؒ کی جدائی کے زخم ابھی مندمل بھی نہ ہونے پائے تھے کہ عالمِ اسلام کے عظیم رہنما، ظلمت کدۂ ہند میں مجبور و مقہور مسلمانوں کے لئے نورِ امید کی آخری کرن اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحِ ایمانی کے پیکرِ متحرک مجاہدِ ملّت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن بھی عالمِ فانی کی بے ثباتیوں اور کرشمہ سازیوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر باغِ بہشت کی طرف روانہ ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا اِلیہ راجعون۔

مولانا مرحوم عرصہ سے مرضِ سرطان میں مبتلا تھے۔ پھیپھڑوں میں پانی بھر جاتا تھا اور تقریباً دو تین ماہ سے تو حالت تشویشناک چلی آتی تھی۔ دہلی اور بمبئی کے مشہور ڈاکٹروں اور اطباء کے علاج سے افاقہ نہ ہوا تو احباب کے اصرار پر امریکہ گئے۔ وہاں ایک بڑے ہسپتال میں کئی ماہ تک زیر علاج رہنے کے بعد جب واپس ہندوستان آئے۔ تو ضعف و نقاہت کے سوا مرض کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوتی تھی۔ البتہ پھیپھڑوں میں پانی بھر جاتا تھا۔ جس کے تدارک کی بہترین طبّی تدابیر عمل میں لائی جا رہی تھیں۔ روزنامہ الجمعیۃ آپ کی رفتارِ صحت کے متعلق برابر اطلاعات مہیا کرتا رہا جو امید افزا تھیں اور عام توقع یہی تھی کہ مولانا کی صحت بڑی حد تک بہت جلد بحال ہو جائے گی۔ دواؤں کے ساتھ دعائیں جاری تھیں۔ بارگاہِ الٰہی میں منّتیں مانی جا رہی تھیں۔ گڑگڑا گڑگڑا کر ان کی صحتِ کاملہ اور عاجلہ کے لئے درخواستیں دربارِ خداوندی میں پیش کی جا رہی تھیں۔ لیکن کارکنانِ قضا و قدر کو یہی منظور تھا کہ ہندی مسلمانوں کا یہ دھڑکتا ہوا دل ڈوب جائے چمنستانِ حیات کی یہ بہار رخصت ہو جائے۔ امیدوں کا یہ چراغ موت کی تاریک وادیوں میں کھو جائے اور مسلمانانِ ہند کی یہ بولتی ہوئی زبان ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے۔

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۱ء میں سیوہارہ (بجنور) میں پیدا ہوئے۔ دینی علوم کی تکمیل مدرسہ شاہی مراد آباد اور دارالعلوم دیوبند سے کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں اور ڈابھیل میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ برصغیر میں تحریکِ آزادی شباب پر آئی تو اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہوں نے بھی شدّ و مد سے اس میں حصّہ لیا۔ طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کیں، گرفتار ہوئے، قید و بند کی سختیاں جھیلیں، آلام و مصائب سے دوچار ہوئے لیکن پائے ثبات میں کہیں لغزش نہ آئی۔ جمعیۃ العلماء ہند کے جنرل سیکرٹری بنائے گئے تو تا دمِ زیست یہ اعزاز انہیں کے پاس رہا۔ تقسیمِ ملک کے بعد انتخابات میں حصّہ لیا۔ تو دونوں مرتبہ بھاری اکثریت سے کامیاب ہوتے اور آخری وقت تک بھارتی پارلیمنٹ کے رکن رہے۔ جنگ آزادی میں بے مثال قربانیوں کے باعث وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو مسلمان رہنماؤں میں مولانا ابوالکلامؒ کے بعد سب سے زیادہ مولانا حفظ الرحمٰنؒ کی عزت کرتے تھے۔ اس لئے ان کا اثر و رسوخ بہت کچھ مسلمانوں کے کام آجاتا تھا۔

وہ بلاشبہ مولانا ابوالکلامؒ اور شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے بعد بھارتی مسلمانوں کی امیدوں کا روشن چراغ تھے ـــــ اور ان کی ذاتِ گرامی مسلمانانِ ہند کے لئے بہت بڑا سہارا تھی۔ تقسیمِ ملک کے بعد حضرت مولانا مرحوم نے مسلمانوں کی جو خدمات انجام دی ہیں تاریخ انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور نہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کی یاد کبھی مٹ سکتی ہے۔

افسوس! وہ روحِ دلنواز اور مردِ پاکباز جو لاکھوں اجل نصیب مسلمانوں کے لاشوں، ان کی لٹتی ہوئی عزتوں اور مٹتی ہوئی عظمتوں کا محافظ تھا موت کی وادیوں میں کھو گیا۔ انتقام و مخالفت کی بھڑکتی ہوئی آگ میں بے خطر کود جانیوالا اور سر برہنہ تلواروں کے سائے میں حق گوئی کی روایات کا پاسبان مسلمانوں کے غم میں گھُل گھُل کر جان کی بازی ہار گیا۔

مظلوموں کی آہوں اور سسکیوں کے درمیان موت سے نبرد آزما اور کسی بھی مسلمان کی صدائے درد پر تڑپ جانے والا بالآخر کروڑوں مسلمانوں کو دردِ فراق میں تڑپتا چھوڑ کر قبر کی آغوش میں سو گیا۔

ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی

تقسیمِ ملک کے بعد مسلمانوں کی شاندار اور بے نظیر خدمات جو مجاہدِ ملّت رحمۃ اللہ علیہ نے انجام دی ہیں۔ آپ کے بدترین دشمن بھی ان کا اعتراف کرنے پر مجبور رہیں۔ آپ کی علمی حیثیت، سیاسی قابلیت اور اقتصادیات میں مہارت مسلّمات میں سے ہیں۔ سیرِ انبیاء علیہم السلام پر تو آپ نے اس قدر ریسرچ (تحقیق) کی تھی اور اس میں اتنا بلند مقام رکھتے تھے کہ آپ کا ثانی ملنا اس دور میں محال ہے۔ تقریر و تحریر میں یکساں مہارت بہت کم لوگوں کے

(باقی صفحہ ۶ پر)

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات یکم ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ مطابق ۲ راگست ۱۹۶۲ء

جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور مد ظلہ العالی نے مجلسِ ذکر کے بعد حسبِ ذیل تقریر ارشاد فرمائی :- (نظر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ــــ اَمَّا بَعْدُ

محبّت واقعی محبوب کی راہ پر چلاتی ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔

ترجمہ :- کہہ دو اگر تم اللہ سے محبّت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبّت کرے۔

بزرگانِ محترم! حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت پر اگر کامل ایمان کسی شخص کا نہ ہو تو اس کی زندگی کسی کام کی نہیں۔ بیکار اور عبث ہے۔ حضور علیہ السلام کی زندگی کو اپنانا، آپ کے نقشِ قدم پر چلنا اور آپ کے طور و طریق کو مشعلِ راہ بنانا ہی کامیابی کا گُر ہے۔ اور یہی فریضہ سرانجام دے کر انسان محبوبِ الٰہی بن سکتا ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

عزیزانِ من! قیامت کے دن ہر شخص کے اپنے ہی اعمال کام آئیں گے کوئی کسی کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی زندگیوں کو سیرتِ مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے میں دیکھیں۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل نمونہ اپنے سامنے رکھیں اور سراج الانبیاء کی تئیس سالہ زندگی کی روشنی میں اپنی زندگی کے خطوط استوار کریں۔ کیونکہ اللہ رب العزت کے نزدیک فلاح و نجات اور اس کی محبوبیت کا تمغہ حاصل کرنے کا فقط یہی ایک طریقہ اور یہی ایک عملِ حیات ہے۔

لیکن ہائے افسوس ہم نے اسی ایک طریق کو چھوڑ کر غیروں کی نقالی کی راہ اختیار کر لی ہے۔ ہمارا لباس اور شکل و صورت، ہمارے طور و اطوار اور معاملات، طرزِ معاشرت اور سیاست، تہذیب و تمدن اور رسومات سب غیر اسلامی ہیں۔ ہمارے بھائی کھلے بندوں سنت سے انحراف کر رہے ہیں۔ شعائر اسلامی کی توہین ہو رہی ہے۔ دینِ حق کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ بے پردہ عورتیں نیم برہنہ اور تنے ہوئے لباس پہن کر بازاروں میں دعوتِ گناہ دیتی پھرتی ہیں۔ نوجوان گناہ کے چلتے پھرتے پیکر نظر آتے ہیں۔ اور حد یہ ہو گئی ہے کہ علماء رسم و رواج کے چکر میں پھنس کر دین کے نام سے بے دینی کو رواج دے رہے ہیں۔

ابھی کل کی بات ہے میں کہیں کام جا رہا تھا۔ راستے میں بہت بڑا جلوس دیکھا۔ کئی علماء اس میں شامل تھے، سیاسی لیڈر، پہلوان اور ہر قسم کے لوگ اس کی زینت بنے ہوئے تھے۔ باجے گاجے ساتھ تھے۔ قوال لہک لہک کر محبتِ رسولؐ کا دم بھر رہے تھے، نوجوان اور بوڑھے دینِ خداوندی کے تقاضوں سے بے نیاز مستانہ وار اپنے عشق کا ثبوت پیش فرما رہے تھے۔ اور کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا (اِلّا ماشاء اللہ) کہ نماز کا وقت قضاء ہو رہا ہے۔ قوم کا وقت اور سرمایہ دونوں برباد ہو رہے ہیں اور فرائض سے غفلت خالقِ کائنات اور اس کے پیارے رسول جناب محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث بن رہی ہے۔

رحمتِ دو عالم تو باجے کی آواز سن کر راستہ تبدیل فرمائیں اور عشاق کا یہ حال کہ گانا بجانا ہی ان کی زندگی بن جائے۔

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کجا

برادرانِ عزیز! یہ سب چیزیں دین سے غفلت اور لاعلمی کا نتیجہ ہیں۔ دین تو نام ہی اتباعِ نبی کریم علیہ السلام کا ہے۔ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے جس قدر دور ہوگا اُسی قدر اللہ کے دین سے دُور ہوگا، قرآن سے دُور ہوگا، اللہ کی رحمت و بخشش سے دُور ہوگا۔

یاد رکھو محبت بغیر اطاعت کے اور اطاعت بغیر محبت کے ــ دونوں بے معنی ہیں۔ خداوند قدوس محمدی اسلام پسند فرماتے ہیں۔ آپ کے خود ساختہ اور اپنے وضع کردہ اسلام کی بارگاہِ الٰہی میں کوئی وقعت نہیں۔

کیا ساری ساری رات قوالیاں کرنا، شرکیہ نعتیں سننا، مجرے اور اسراف اسلام ہے؟ کوئی ملتا ہے اس کا ثبوت رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں؟ کہیں ملتا ہے اس کا نشان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرتوں میں؟ کسی جگہ ہے یہ مسلک۔ اولیائے امت کا؟ کوئی ہے سندِ جواز جس سے یہ طرزِ عمل آپ کے لئے لازم ٹھہرے؟ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو جان لو :-

کیں راہ کہ تو مے روی بہ ترکستان است

کعبے والے کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور مدینے والا اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔

محترم حضرات! غور فرمائیے۔ کیا یہ تمام سرمایہ جو جلوسوں، باجوں گاجوں، روشنیوں، جھنڈیوں اور ایسی ہی دیگر چیزوں پر صرف کیا جاتا ہے۔ یتیموں، بیواؤں، مفلوک الحال مسلمانوں پر خرچ نہیں کیا جا سکتا؟ بے دینی کی آغوش میں جاتے ہوئے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے اور غیروں کو اسلام کی تبلیغ کے لئے کام نہیں آسکتا؟ کیا رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر حملہ کرنے والوں کی زبانوں کو لگام دینے اور عیسائیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کی روک تھام کے لئے یہ روپیہ صرف نہیں کیا جا سکتا؟ کیا یہ دین اور وقت کی ضرورت نہیں؟ اور کیا اس سے بڑھ کر حضورؐ کی خوشنودی کا کوئی اور ذریعہ ہو سکتا ہے کہ خود بھی دین پر عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں؟

برادرانِ عزیز! اسلام دین العمل ہے۔ اور عشقِ رسالت مآبؐ اس کی روح ہے۔ لیکن محبت یقیناً محبوب کے دروازے پر لا کر کھڑا کرتی ہے۔ اور غیروں کا تصور بھی ذہن میں نہیں آنے دیتی ــ محب محبوب کی اداؤں پر مر مٹتا ہی

زندگی کا حاصل خیال کرتا اور اسی میں زندگی کی بقا سمجھتا ہے۔ محبوب کے طور طریق سے دُوری اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اور اطاعت محبوب ہی اس کی زندگی بن جاتی ہے

محبت واقعی محبوب کی راہ پر چلاتی ہے

محترم حضرات! مسلمانوں نے جس دَور میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کو مشعل راہ بنایا تو ساری دنیا پر چھا گئے۔ ایک عالم ان کے زیر نگیں تھا اور دنیائے انسانیت میں ان کا طوطی بول رہا تھا لیکن جب ان تعلیمات سے بیگانہ ہوگئے تو اب ذلت کے گڑھے میں پڑے زندگی کی گھڑیاں گن رہی ہیں۔ وہ حامل قرآں ہو کر عزت و عظمت کے آسمان پر جلوہ گر تھے۔ اور ہم قرآن و سنتِ خیرالانام کو چھوڑ کر رسوائی کے تحت الثریٰ میں پڑے ہوئے ہیں ؎

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

خدا کے دین سے ہمیں کوئی سروکار نہیں رہا۔ دنیا ہی دنیا پیش نظر ہے۔ ہر انسان پیٹ کا بندہ دکھائی دیتا ہے اور خدا کی بندگی سے دُور بھاگتا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ یہاں شیرانوالہ تشریف لائے لوگوں کو پتہ چلا کہ میرے پیر آئے ہیں تو لوگ ملنے کے لئے جوق در جوق آنے لگے۔ میں نے حضرت علیہ الرحمۃ کو یہاں تالاب کے پاس بٹھلا دیا۔ اور ایک ایک شخص کو حضرتؒ کی خدمت میں بھیجتا رہا تاکہ حضرت کو تکلیف نہ ہو۔ دن میں سینکڑوں آدمی حضرتؒ سے ملے۔ شام کو حضرتؒ مجھے فرمانے لگے۔ "احمد علی! ان سب میں صرف ایک 'اللہ' کا بندہ تھا۔ کہ اس نے اللہ کا نام پوچھا باقی سب دنیا کے بندے تھے۔ دنیا کی باتیں ہی کرتے رہے۔ اور دنیا سے متعلق ہی دعائیں کراتے رہے"

چنانچہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد میرے پاس جب کوئی اللہ والا تشریف لاتا میں کبھی لوگوں کو اطلاع تک نہ ہونے دیتا تھا۔ کہ بلا وجہ دنیا کی غرض سے اہل اللہ کو تکلیف دیں گے۔

آج دنیا تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ حضور علیہ السلام یتیموں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے، بیواؤں کی امداد فرماتے اور ضرورت مندوں کی حاجات کا انتظام فرمایا کرتے تھے۔ مخلوقِ خدا کی دستگیری ان کا شعار تھا۔ لیکن امت اللّوں تللّوں میں گھری ہوئی ہے۔ سینما آباد ہیں اور مسجدیں برباد۔ غیر اسلامی رسومات میں روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے۔ مگر حضور علیہ السلام کے ہدایت کردہ اعلیٰ مقاصد کی طرف کسی کا دھیان نہیں۔ تبلیغِ دین کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ اسے بیکاری کا مشغلہ قرار دیا جا رہا ہے اور جہاد کی تیاری تو گویا دل و دماغ سے ہی خارج ہو چکی ہے۔ حقوق العباد آدھا دین ہیں لیکن ان کی ادائیگی کا کوئی خیال نہیں۔ بھائیوں، بہنوں، اعزہ و اقربا کے دکھ سکھ کا کوئی خیال نہیں۔ آخر ترقی کریں اور کامیابی حاصل ہو تو کیسے؟

"یہ منہ اور مسور کی دال"

عمل یہ اور خدا کی نصرتوں کی توقع۔

"ایں خیال است و محال است و جنوں"

حضور علیہ السلام گھر تشریف لے جاتے تو آہستہ آہستہ قدم رکھتے کہ کسی دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ زبان کو ساری عمر بھول کر بھی کبھی گالی سے آلودہ نہیں کیا۔ ایفائے عہد کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک شخص آپ کو یہ کہہ کر رخصت ہوا کہ میں ابھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ لیکن وہ بھول گیا۔ تین دن کے بعد جب اتفاقاً اس کا گذر اسی راستے سے ہوا تو آپ کو اسی جگہ کھڑا دیکھ کر شرمندہ ہوا۔ اور عرض کرنے لگا "حضرت! آپ یہاں ہیں"۔

حضورؐ نے فرمایا۔ "بھائی! آپ مجھے کھڑا کر گئے تھے آپ کے انتظار میں میں کھڑا ہوں"۔ کوئی ہے اس وعدہ وفائی کی مثال؟ سرور عالم ہیں۔ کائنات ان کے صدقے میں بنائی گئی ہے۔ اور دونوں جہانوں کی سرداری آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دی گئی ہے۔ لیکن ایک عام شخص کے انتظار میں تین دن تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔

یہ ہے ہمارے آقا کا حال، اور ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم نفس کے بندے بن چکے ہیں۔ فرائض و واجبات تج چکے ہیں۔ پتھر کے بتوں کی پوجا اگرچہ ہم نہیں کرتے مگر عزت و جاہ، حرص و آز، نفس اور شکم اور اسی طرح کے کئی اور بُت ہم نے ضرور اپنی عبادت کے لئے تراش لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام سے گلو خلاصی کی توفیق دے اور خالص اپنی بندگی کی نعمت سے نوازے۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھیں اور قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی بسر کریں۔ اللہ والوں کی صحبت میں انانیت کا بت پاش پاش ہو جاتا ہے اور نفس کی سرکشی نام کو نہیں رہتی۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے۔ آپ گھر میں دیر سے تشریف لائے رات زیادہ ہو چکی تھی۔ والدہ صاحبہ مکرمہ کی طبیعت ناساز تھی۔ آپ نیند میں تھیں حضرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ محترمہ والدہ صاحبہ کو تکلیف دیتے۔ ہماری ہمشیرہ اللہ اسے جنت میں مقامات بلند عطا فرمائے اُس نے اٹھ کر حضرتؒ کو کھانا دیا۔ اتفاق سے اسے پتہ نہ تھا کہ تازہ روٹی کہاں رکھی ہے۔ وہ غلطی سے کئی دنوں کی باسی روٹی اٹھا لائیں اور سالن برتن میں ڈال کر حضرتؒ کے سامنے رکھ دیا۔ حضرتؒ نے جو دیکھا تو روٹی بہت سخت تھی اور اس پر مستزاد یہ کہ روٹی پر پھپھوندی جمی ہوئی تھی۔ ہماری ہمشیرہ بیچاری کے علم ہی میں نہ تھا۔ اور نہ اس نے یہ دیکھا کہ روٹی باسی ہے۔ لیکن حضرتؒ کا کمال یہ تھا اور نفس کشی کا یہ حال تھا کہ انہیں بتانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ دل سے فیصلہ کر لیا کہ اللہ جو روز اچھی اور تازہ روٹی دیتا ہے۔ اگر آج اس نے یہ باسی روٹی سامنے رکھوا دی ہے تو اس کی نعمت سے انکار کیا جائے۔

فرمایا کرتے تھے کہ کھانے میں کراہت محسوس ہوتی تھی، جی متلاتا تھا، قے آیا چاہتی تھی مگر نفس کو سزا دی اور چار و ناچار ساری کی ساری روٹی کھا لی اور یہ تمام واقعات بیان فرما کر اسے اپنے دونوں مربیوں کی صحبت کا نتیجہ قرار دیا کرتے تھے۔ کہ انہوں نے انانیت اور نفس کو مسل کر رکھ دیا تھا

سچ ہے۔ دوسروں کے آرام کا

خیال اور حقوق العباد کی ادائیگی کی سمجھ اللہ والوں کی صحبت میں ہی آتی ہے! اگر آپ دو بجے رات گھر جائیں تو پھر بھی بیوی کو کھانے کے لئے اٹھائیں گے۔ خود پانی پینے کی زحمت بھی برداشت نہیں کرتے۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طرز عمل تھا۔ کہ دبے پاؤں تشریف لاتے کہ نیند میں خلل واقع نہ ہو۔ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کی پیروی کی۔ اور جو کچھ میسّر آیا اسے اللہ کی نعمت سمجھ کر کھا لیا۔

محترم حضرات! ہم مجلس ذکر میں صرف اسی لئے شامل ہوتے ہیں کہ روحانی بیماریوں سے ہمیں نجات نصیب ہو۔ اللہ ہم سے راضی ہو۔ ہمیں اتباع سنت کی سعادت نصیب ہو۔ ہم اپنے قال کو حال بنائیں۔ اور اللہ کی رضا کے مطابق دنیا کی زندگی گذار کر اس کی آغوش رحمت میں جگہ پائیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے آمین!

بقیہ صد ۳ سے آگے ۔

حصے میں آتی ہے مگر آپ کو دونوں میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ تقریر کرتے تو معلوم ہوتا علم کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ لکھتے تو موتی رولتے اور علم و معارف کے دریا بہا دیتے۔ فکر و نظر کے زاویے کھلنے لگتے۔ اور تحقیق کا ایک بحر ناپیدا کنار آنکھوں کے سامنے موجیں مارنے لگتا قصص القرآن۔ رسول کریمؐ۔ اسلام کا اقتصادی نظام اور تقریروں پر مشتمل کئی رسائل آپ کی علمی یادگاریں ہیں۔ آپ کی وفات علم اور عمل کی موت ہے اور عالم اسلام کا سانحۂ عظیم جس کی تلافی ہونا مشکل ہے۔

ادارہ خدام الدین آپ کے پسماندگان، جمعیۃ العلمائے ہند کے معزز ارکان اور ہندی مسلمانوں سے اظہارِ ہمدردی کرتا ہے اور اس دکھ میں ان کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ حضرت مولانا مرحوم نہ صرف ان کی بلکہ ہماری اور سارے عالم اسلام کی متاع عظیم تھے۔

اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ان کے درجات کو بلند کرے اور ہندی مسلمانوں کو ان کے بدل سے نوازے۔ آمین!

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں

مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم و مغفور کا سوگ

مجاہد ملت کی وفات اسلامی دنیا کا عظیم سانحہ ہے (شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب)

اکوڑہ خٹک دار العلوم حقانیہ میں ریڈیو کے ذریعہ مجاہد ملت بطل حریت جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ علم بردار صداقت مجسمۂ اخلاص مجاہد عالم بے بدل۔ مجاہد غیور۔ دردمند اسلام۔ غمخوار ملت۔ نمونۂ سلف۔ محقق عصر حضرت علامہ مولانا و مقتدانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع سے غم و رنج کی لہر دوڑ گئی جبکہ ابھی پچھلے دنوں مولانا کی یورپ سے بصحت واپسی پر اظہار تشکر خداوندی کیا جا رہا تھا اور مولانا کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگی جا رہی تھیں۔

حضرت مجاہد ملت کے سانحۂ عظمیٰ کو دار العلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ و طلبہ نے نہایت شدت سے محسوس کیا۔ ظہر کے بعد دار العلوم کے تمام اسباق بند کر کے تمام طلبہ و اساتذہ دار الحدیث ہال میں جمع ہو گئے جس وقت کہ دہلی میں اس مجاہد جلیل کا جنازہ اٹھایا جا رہا تھا دار العلوم میں قرآن خوانی شروع کی اور حضرت مولانا مرحوم کے روح پر ایصال ثواب کے بعد ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب نے مولانا مرحوم کے مناقب و احوال پر روشنی ڈالی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم حقانیہ کی طرف سے ایک تعزیتی بیان میں نہایت غم و رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ اور مولانا آزادؒ کے بعد آج مسلمانان ہند بہت بڑے سانحہ سے دوچار ہوئے ہیں ملت اسلامیہ بہت بڑے المیہ کی شکار ہوئی حضرت مجاہد ملت ایک عالم بے بدل اور ایک عظیم محقق سکالر اور ایک مجاہد فی سبیل اللہ ہونے کے علاوہ بظاہر اسباب اس دور میں مسلمانان ہند کا واحد اور آخری سہارا تھے۔ ملت مسلمہ کی غمگساری میں انہوں نے آگ اور خون کے ساتھ کھیل کر زندگی گزاری انہوں نے اپنی زندگی کو کئی بار موت کے خطروں میں جھونکا اور ملت اسلامیہ کی مدافعت و حمایت میں سر دھڑ کی بازی لگادی۔ آج مسلمانان ہند کے ساتھ ساتھ تمام عالم اسلامیہ ایک عظیم محقق عالم۔ قصص القرآن اور اسلام کا اقتصادی نظام جیسی عظیم کتابوں کے مصنف سے بھی محروم ہو گئے۔ مولانا کی وفات اس عظیم مرد مجاہد کی وفات ہے جس کے زندگی کے ہر ہر لمحہ میں مسلمانوں کے لئے عبرتیں اور علماء کرام کے عزم و عمل کی نصیحتیں پنہاں تھیں۔

آخر میں اس عظیم صدمہ پر جمعیۃ العلماء ہند، مسلمانان ہند اور دار العلوم اور حضرت مرحوم کے تمام غمزدہ خاندان کے ساتھ اس جانکاہ صدمہ میں شریک ہوں اور حضرت کے رفع درجات کے لئے دعا گو ہوں۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ ان مسائل ذیل کے۔

سوال — ایک شخص صاحب علم بتدریج رسومات مروجہ غیر شرعیہ کا پابند اور بلا جبر و اکراہ ان پر رضامند۔ اکثر غیر مشروع مجالس میں شرکت بھی کرتا ہے۔ ایسے آدمی کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ کیا حدیث شریف۔ صلوا خلف کل بر و فاجر ایسے بدعتی پر صادق آتی ہے یا نہیں۔ اگر صادق آتی ہے تو صاحب در مختار اور حضرت گنگوہی وغیرہما نے بدعتی کی امامت کو کیوں مکروہ فرمایا۔ جواب تفصیل سے ارقام فرمائیں۔

السائل عاصی عبد المعبود نصیر
چاہ میران لاہور

جواب — اصل بات یہ ہے کہ متعدد احادیث میں فاسق اور بدعتی کی تعظیم سے سختی کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے اس لئے اس کی اہانت واجب ہوئی۔ دوسری بات فقہائے کرام نے یہ بھی لکھی ہے کہ فاسق پر دین کے بارے میں اعتماد نہیں قوی شبہ ہے کہ وہ نماز کی کسی شرط کو چھوڑ دے اور خبر بھی نہ کرے۔ فاسق تو کبیرہ گناہوں کے عمل سے فاسق ہے اور بدعتی اعتقاد میں فاسق ہے اس لئے ان کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ کبیری شامی طحطاوی نے اس کی تصریح کی ہے اور جس کو امام بنانے میں دخل نہ ہو مگر دوسری نیک امام کی جماعت مل سکے اس کے لئے بھی مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں جس کو امام بنانے رکھنے میں دخل نہ ہو اور دوسری جگہ نیک کے پیچھے نماز نہ ملتی ہو اس کے لئے اس مجبوری میں مکروہ تنزیہی ہے جماعت سے پڑھنا تنہا پڑھنے سے افضل ہے (شامی وغیرہ) امام مالک کے نزدیک اور امام احمد کی ایک روایت میں فاسق کی امامت بالکل ہی جائز نہیں ہے۔ خواہ عملی فاسق ہو یا اعتقادی کیونکہ احادیث سے اس کی اہانت واجب اور تعظیم حرام ہے اور امامت میں تعظیم ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے: فلیؤمکم خیارکم (تمہارے نیک نیک لوگ تمہاری امامت کیا کریں) لیکن حنفیہ کے نزدیک اسی مذکورہ سوالی حدیث کی وجہ سے نماز کا فرض تو ادا ہو جائے گا اور ان احادیث کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔ دونوں قسم کی حدیثوں پر اس طرح عمل ہے۔ اور تعظیم اسی صورت میں ہوتی ہے کہ امام بنانے میں اس کو دخل ہو یا دوسرے کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرے اس لئے یہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر نہ دخل ہو نہ دوسرا نیک بہتر ہو تو تعظیم نہیں مجبوری ہے اب مکروہ تنزیہی اور سوال والی حدیث سے نماز ہو جائے گی۔

خطبہ یوم الجمعہ ۲ ربیع الاوّل ۱۳۸۲ھ مطابق ۳ راگست ۱۹۶۲ء

از جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى — اَمَّا بَعْدُ

اِسلام اور سیاست

بزرگانِ محترم! اس دَور میں بدلے ہوئے حالات، وقتی تقاضوں اور ملکی و قومی ضروریات کے پیش نظر نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں میں سیاسی حس و شعور پیدا ہو اور اسلامی نظریاتِ سیاسیہ کی نشر و اشاعت کی جائے۔ چنانچہ اپنے بھائیوں کو اس کی تحریص و ترغیب دلانے اور ماضی کا بھولا ہوُا سبق یاد کرانے کی غرض سے آج میں اپنی معروضات 'اسلام اور سیاست' کے عنوان سے پیش کروں گا۔

اس سے پیشتر کہ اپنے عنوان سے متعلق کچھ عرض کروں ایک بنیادی غلط فہمی کا ازالہ اور اس پر قائم شدہ معروضات اور خلافِ اسلام عقائد و خیالات کی تردید لازمی خیال کرتا ہوں۔

پہلی گمراہی

سیاست کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں

ان گمراہ کن اور خلاف اسلام عقائد و خیالات میں پہلی افسوس ناک فروگذاشت' تیرہ بختی اور تیرہ نظری کی انتہا یہ ہے کہ مذہب اور سیاست کو دو جداگانہ چیزیں سمجھا جانے لگا ہے۔ علمائے سوء، غلط کار مشائخ اور پیٹ کے بندوں نے اس فتنے کو ہوا دی اور مغرب زدہ حلقوں سے لے کر منبر و محراب تک اس آواز سے گونج اٹھے۔ کہ مذہب کا حلقہ دوسرا ہے اور سیاست کا دوسرا۔ (ساءَ ما یحکمون)

اسی گمراہی کا نتیجہ تھا کہ فرنگی دَورِ حکومت میں بعض بندگانِ حرص و آز نے انگریز حکمرانوں کو 'اولی الامر' قرار دے دیا ان کی اطاعت کو فرض ٹھہرایا۔ اسلامی سلطنتوں کے پرخچے اڑائے۔ ان کی آزادی کو سلب کیا۔ ان کے اقتدار کا گلا گھونٹا، مسلمانوں کے سینوں میں گولیاں اتاریں۔ اور اسلام کی آڑ لے کر اہلِ حق علماء و مشائخ پر کیچڑ اچھالا۔ انہیں وہابیت کے طعنے دئے اور حریت پسندوں کے خلاف طرح طرح کے الزامات لگا کر جعفر و صادق کی سنت تازہ کی۔

اس کے برعکس ہمارے اکابر نے ہر قسم کے مصائب جھیلے، قید و بند کی سختیاں اٹھائیں۔ مالٹا اور کالے پانی کے جزیروں کو آباد کیا، اعلائے کلمۃ الحق بلند کرنے کی خاطر دار و رسن کی آزمائشیں قبول کیں اور حق و صداقت کی خاطر جان کی بازی ہارنے میں کوئی خوف محسوس نہیں کیا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

دوسری گمراہی

دین۔ دنیا سے علیحدہ ہے

بزرگانِ محترم! کسی نبی کی تعلیم صرف روحانیت تک محدود نہیں ہوتی۔ بلکہ دین اور دنیا، مذہب اور سیاست، روحانیت و مادیت دونوں کی جامع ہوتی ہے۔ لیکن جب ایک قوم اپنی تمام دنیوی عزتیں کھو بیٹھتی ہے تو اس وقت یہ کہنا شروع کر دیتی ہے۔ کہ مذہب کو دنیا سے کوئی تعلق نہیں وہ صرف روحانیت کی تعلیم دیتا ہے اور آخرت کی کامیابی کا ذمہ لیتا ہے۔ مذہبی لوگ دنیا کی حکومت و سرفرازی اور عزت و رفعت سے محروم رہتے ہیں۔ ایسے لوگ دینِ خداوندی کے تقاضوں سے ناآشنا ہونے کے باعث تدبیرُ ارادہ اور جہد و عمل کو فضولِ محض خیال کرنے لگتے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی بربادی کا تماشا دیکھ کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اپنے حقوق کا حصول، اسلامی قوانین کا نفاذ اور اس کے لئے تیاری فضول محض سمجھتے ہیں۔ باطل کے سامنے سر اٹھانا، اعلائے کلمۃ الحق بلند کرنا، احکام خداوندی کا نفاذ چاہنا اور اس کے لئے جدّ و جہد کرنا، ان کے نزدیک یکسر غلط اور ناقابل معافی جرم قرار پاتا ہے۔ اور وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں۔ کہ اس کی صدا خدا کے ایک مقبول بندے ابراہیم علیہ السلام نے بلند کی تھی، موسیٰ علیہ السلام اس کے مرتکب ہوئے تھے۔ اور آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو انتہا تک پہنچا کر دم لیا تھا۔ قرآن کریم کا مسلمانوں میں حق و حریت کی تڑپ پیدا کرنا۔ وہ بے معنی سمجھتے ہیں۔ کتمانِ حق کو وہ جرم ہی خیال نہیں کرتے اور منتہائے مقصود ان کا یہی ہوتا ہے کہ مسلمان سیاسیات سے کنارہ کش رہیں۔

مسلمانوں کی اسی بے حمیتی کے پیش نظر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

تیسری گمراہی

زندگی جہد للحیات کا نام نہیں

جمود و تعطّل اور غفلت و بیکاری کی زندگی بسر کرنا اور محض باتیں بناتے رہنا ہی زندگی ہے۔ کشمکش حیات بیکار ہے۔ شریعت اسلامیہ کا قیام ناممکن العمل ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مسلمانوں کا فرض نہیں، خدا کے قانون یعنی کتاب و سنّت کے قوانین کے بقاء و اجراء کے لئے یک جہتی، سیاسی قوّت اور اتحاد کا مظاہرہ کوئی ضروری نہیں محض روحانی قوّت کافی ہے۔ ع

بیٹھے رہیں تصوّرِ جاناں کئے ہوئے

محترم حضرات! یہ گمراہ کن ہلاکت آفرین اور تباہی خیز فاسد خیالات جو مسلمانوں کے دماغوں میں بھر دئے گئے ہیں۔ یہی ان کی تباہی کا باعث ہیں۔ انہی خیالات نے انہیں عضوِ معطّل بنا کر رکھ دیا ہے ان سے جہد و عمل کی قوّتیں اور طریق کار کی فکری صلاحیتیں انہی جذبات مہلکہ نے سلب کی ہیں۔

برائیوں کا سرچشمہ

بزرگانِ محترم! جب کہ اسلام کی تعلیمات صاف اور روشن ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ان مفاسد کی بیخ کنی کے لئے صراطِ مستقیم

اور عروج و ارتقار کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔ ہمارے اسلاف اور بزرگانِ دیوبند کی زندگیاں نشانِ راہ ہیں اور اکابر کی زندگیاں اس راہ میں صرف ہوئی ہیں۔ تو پھر مسلمانوں میں یہ برائیاں آئیں کہاں سے؟ ان کا سرچشمہ کیا ہے؟ ان کے سوتے کہاں سے پھوٹتے ہیں؟

ان سوالات پر غور کیجئے اور گرد وپیش پر نگاہ دوڑائیے تو اس کی تین واضح وجوہات سامنے آئیں گی۔

(۱) کتاب و سنت سے بیگانگی (۲) مغربی تعلیم کے بُرے اثرات (۳) شرار العلماء خود غرض مشائخ اور رہنمایانِ قوم۔

ارشادِ نبوی ﷺ

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا اَبَدًا مَّا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ۔

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ تم ہرگز کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے۔ جب تک انہیں مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھوگے۔ اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔

چنانچہ اے برادرانِ عزیز! کیونکہ مسلمانوں نے آج کل ان دو نوروں کا دامن چھوڑ دیا ہے ـــــ گمراہی کے تاریک غاروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔

ظاہر ہے انسانی ذہن و فکر کو جس قدر تعلیم و تربیت متاثر کرتی ہے کوئی اور چیز اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ اس کے اثرات قلب و نظر کی گہرائیوں میں اتر کر زندگی کا رخ اور فکر ونظر کے دھارے بدل دیتے ہیں اور جو کام تلوار کی دھار سے سرانجام نہیں پاتے قلم کی نوک سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے خوب فرمایا تھا ؎

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

بزرگانِ محترم! یہ امر بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ جب کوئی قوم بگڑتی ہے تو سب سے پہلے اس کے رہنما بگڑتے ہیں۔ پھر ان کے اثرات قوم پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ اور ساری قوم کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:۔

الا ان شر الشر شرار العلماء و الا ان خیر الخیر خیار العلماء

اسلام مذہب سیاست ہے

قانون خواہ انسدادِ جرائم کے لئے ہو یا نیکیوں کی طرف رغبت دلانے والا اور حرص پیدا کرنے والا ہو جب تک اس کی پشت پر قوتِ تنفیذیہ نہ ہو اور طاقت و قوت کا مظاہرہ نہ ہو اس کے امتثال اور بجا آوری کی توقع رکھنی عبث اور بیکار ہے۔

واضعِ قانون اس قدر طاقت و قوت کا مالک ضرور ہونا چاہتے کہ جس کے خوف سے قانون کی خلاف ورزی نہ ہو سکے۔ اور ساتھ ہی لطف و کرم اور شفقت و مروت بھی رکھتا ہو۔ انعام و اکرام کا شوق دلانے والا ہو تاکہ عمل کرنے والوں میں صحیح جذبہ اور قانون کی پیروی کا سچا خیال پیدا ہو سکے۔ کیونکہ کسی کے حکم اور قانون کی پابندی اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ عمل کرنے والوں میں دو چیزیں ہوں۔ خوف یا شوق۔

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو خوف کے سامنے جھکتے ہیں۔ دوسرے وہ جو شوق کے پرستار ہیں۔ لہٰذا واضعِ قانون کے لئے ضروری ہے کہ دونوں قسم کے طبقوں کا لحاظ رکھے۔

خوف کی وجہ سے جو عملی جذبہ پیدا ہوتا ہے ـــ وہ اگرچہ ناقص، متزلزل، عارضی اور دلوں میں شک و شبہ پیدا کرنے والا ہوتا ہے ـــــ جب تک دلوں پر خوف طاری رہتا ہے عمل بھی رہتا ہے اور جب خوف جاتا رہتا ہے تو عمل رخصت ہو جاتا ہے۔ شوق کی وجہ سے جو عمل پیدا ہوتا ہے وہ مکمل، غیر متزلزل مستقل اور دلوں میں پختہ عزم و یقین پیدا کرتا ہے۔ مگر دنیا میں ایسے لوگ بہت کم رہے ہیں اور رہیں گے جو شوق کی وجہ سے کسی قانون کی پیروی کرتے ہیں۔

اب چونکہ قانون کے ساتھ قوت تنفیذیہ کا ہونا لازمی ہے جس میں کسی عقلمند کو کلام نہیں ہو سکتا۔ تو کیا خدا کے قانون کے لئے قوت کی ضرورت نہیں اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام سیاست سے نابلد ہے۔ اپنے متبعین کو سیاست سے الگ رکھنا چاہتا ہے۔ یا اسلامی قانون بغیر سیاسی قوت کے قائم و برقرار رہ سکتا ہے اگر کوئی حقیقتِ اسلام سے ناآشنا غلامی پسند اور ننگِ اسلاف مسلمان ایسا حقیقت سوز دعویٰ کرتا ہے یا عملاً ایسا ہی ثابت کرتا ہے تو وہ میرے نزدیک قرآن عزیز کے خلاف کرتا ہے۔ اس کلام الٰہی کو قابلِ عمل نہیں سمجھتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو جھٹلاتا ہے اور آپ کی زندگی پر پردہ ڈالتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل اور زندگی سے ناآشنائے محض ہے اور اپنی عقل و فہم کو جواب دیتا ہے۔ ان تفصیلات کی روشنی میں اس قسم کا دعویٰ قطعی باطل اور جھوٹ ہے۔ ڈنکے کی چوٹ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام ایک سیاسی مذہب ہے قرآن کیونکہ خدائی قانون ہے اس کی پشت پر قوت تنفیذیہ اور سیاسی طاقت کا ہونا لازمی ہے۔ جس کے بغیر حدود اللہ کا قیام ناممکن ہے اور قرآن کریم ہیچ اور بیکار رہ جاتا ہے ؎

سیاست کیا ہے دنیا میں فقط اللہ سے ڈرنا
حضورِ خواجۂ کونین کی عزت پہ کٹ مرنا
سیاست اور مذہب میں وہی تفریق کرتے ہیں
کہ جن کا کام ہے شام و سحر باطل کا دم بھرنا

ارشادِ ربانی کی روشنی میں

قرآن کریم میں جہاں جہاں خلیفہ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور جہاں نوعِ انسان کی خلافت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ 'الارض' کا لفظ بھی ضرور آیا ہے۔ جس سے مراد زمین میں خلافتِ الٰہیہ کا قیام ہے اور خلیفہ سے مراد حکمران ہے۔ مثلاً ارشادِ باری ہے:۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔

(میں نے بنی آدم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔)

اس آیت میں بنی آدم کی عام خلافت کا ذکر ہے۔ مگر ایک جگہ خاص مسلمانوں کو مخاطب فرمایا:۔

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلَائِفَ فِی الْاَرْضِ

(وہ (اللہ) وہی ذات ہے جس نے تم کو زمین میں حکمران بنایا ہے)

قومیں تمہاری محکوم ہیں ـــ تم کسی کے محکوم نہیں ـــ قوتِ حاکمہ اور اقتدارِ اعلیٰ صرف خدا کے لئے مانا جائے۔ اس کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کے سامنے سرِ نیاز خم کیا جائے اور اپنی پیشانیوں

جھکایا جائے۔ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے وہی ایک صرف اس قابل ہے کہ بنی نوع انسان کے دلوں پر حکومت کرے۔ دل و دماغ میں صرف اس کا خوف سمائے — امیدیں اسی سے وابستہ کی جائیں۔ ماننے کے لائق اور تسلیم کے قابل صرف اس کا قانون ہو سکتا ہے۔ صرف اس کے لئے جانی و مالی قربانی کی جائے۔ وہی ہے جس سے محبت کی جائے اور دل لگایا جائے اور اسی کے قانون کو صفحۂ ارض پر نافذ کیا جائے۔ ان الحکم الا اللہ

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

برادرانِ محترم! اگر اس بات پر ایمان ہے اور قرآنِ کریم کلامِ الٰہی ہے تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا۔ کہ اسلام ایک سیاسی مذہب ہے۔ اور قانونِ اسلام کا نفاذ خطۂ ارضی پر ضروری ہے۔

مسلمانوں سے وعدۂ خلافت

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ۔

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل بھی کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو سلطنت ضرور عطا کرے گا۔

کیا زمین کی بادشاہت بغیر جد و جہد اور سیاسیات میں حصہ لئے بغیر ہی حاصل ہو سکتی ہے؟

ایں خیال است و محال است و جنوں

سیاست و اسلام لازم و ملزوم ہیں — اللہ عز و جل مسلمانوں کو دینی اور دنیوی دونوں رفعتیں دینا چاہتے ہیں۔ نہ کہ فقط وعدۂ حور کر کے دنیا میں ذلیل و خوار اور مادی اسباب سے کنارہ کش رہنے کی تعلیم دے کر غیرت اسلامی سے محروم کر دینا چاہتے ہیں

اگر مسلمانوں کو سیاسیات سے علیحدہ ہی رہنا ہے تو ضروری ہے کہ پھر وہ ذلیل اور مقہور ہو کر رہیں۔ اسلامی روایات کا مذاق اڑتا رہے اور وہ خاموشی سے اس کا نظارہ کرتے رہیں۔ شراب خوری عام ہو۔ عصمتیں پامال ہوں، زنا پر کوئی قید نہ ہو۔ شعائر اسلامی کی توہین کھیل بن جائے۔ کتاب و سنت کے قوانین سے استہزاء کیا جائے۔ ڈاکہ زنی اور چوری کی وارداتیں عام ہوں لیکن مسلمان مجبور و مغذور ہو۔ آسمان والے خدا کے قانون کی دھجیاں بکھر رہی ہوں لیکن مسلمان ٹس سے مس نہ ہو سکے — تو پھر خدا سے کیا سروکار ہے اور اس کی وفاداری کا کیا دم بھرتے ہو — محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی کا اعلان کر کے کیوں ان کی توہین کا باعث بنتے ہو۔ مسلمانوں کا خدا تو انہیں دین و دنیا میں سرافراز دیکھنا چاہتا ہے۔

مسلمانوں کا مقصدِ حیات

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

دین و دنیا میں تم ہی سرافراز ہوگے

ظاہر ہے کہ آج دنیا میں کوئی قوم سرافراز نہیں ہو سکتی جب تک سیاسی قوت نہ رکھے۔ جو قوم آج بیش از بیش مادی سامان نہیں رکھتی وہ طاقتور قوموں کے مقابلہ میں اپنی قومی ہستی کو برقرار نہیں رکھ سکتی — اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ مسلمان 'اعلون' بن کر رہیں۔

اسلام دین بھی دیتا ہے اور دنیا بھی

ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاٰخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار۔

یعنی اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا اور دین (آخرت) میں بھلائی اور بزرگی اور کرامت عطا فرما — اس سے معلوم ہوا کہ دینی اور دنیوی ترقی اسلام کا منشا ہے۔

حضرت علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے۔ اسلام کے پاس دونوں قانون ہیں۔ اسلام کی جو ہدایات دنیا کے متعلق ہیں۔ اگر ان پر کوئی مسلمان عمل کرے گا تو وہ دنیا میں کامیاب ہوگا۔ اور جو آخرت کے پروگرام پر عمل کرے گا وہ آخرت میں کامیاب ہوگا۔

تمکن فی الارض کا حصول

ان سارے دلائل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ منشائے الٰہی اس دنیا میں یہی ہے کہ مسلمانوں کو منصبِ خلافت عطا کیا جائے۔ دینی و دنیوی وجاہت و ثروت، قوت و اسباب ان کے قبضہ و اختیار میں ہوں تاکہ یہ دوسری قوموں کو ہدایت پر رکھ سکیں۔

برادرانِ اسلام! ان حالات کا ذرا اپنے حالات سے مقابلہ کیجئے کیا آپ کے پاس کوئی بھی قوت ہے — آپ نہ تو قرآن کے دینی پروگرام پر عمل پیرا ہیں۔ کہ آخرت سدھر جائے اور نہ ہی دنیوی پروگرام کو آپ نے اپنایا ہے کہ دنیا میں عزت و عظمت ہو — آپ پر وہی مثل "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" صادق آتی ہے — یاد رکھو دستور خداوندی ہے۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

آپ روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ماں بھی اس وقت تک دودھ نہیں دیتی جب تک بچہ روئے نہ — اور قانونِ خداوندی بھی یہی ہے۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔

تو پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ بغیر جد و جہد اور سعی کے آپ اپنا مقام حاصل کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم صحیح معنوں میں مسلمان بنیں اور دینِ حق پر عمل پیرا ہو کر دینِ خداوندی کے غلبہ کا باعث بنیں۔ تاکہ خود بھی اپنے اعمال کی وجہ سے رسوا نہ ہوں اور دینِ خداوندی کی رسوائی کا بھی باعث نہ بنیں۔

عائلی قوانین

کتاب و سنت کی روشنی میں شعورِ انساں اگر ڈھلے گا
خلافِ اسلام، مسیفیر، نہ کوئی آئین بن سکے گا
سمجھ میں آتا نہیں معمہ، دماغ باور کرے تو کیونکر
جو جس کا قبلہ دیارِ لندن وہ کیسے کعبے کا رُخ کریگا
یہ نام کے عائلی قوانین، یہ دینِ حق سے مذاق کب تک؟
غلط ہو بنیاد جس مکاں کی ضرور اک دن وہ گر پڑے گا
یہ بر سرِ عام زیب و زینت، قدم قدم پر حُسن کی نمائش
ہزار غمزے، ہزار عشوے، نظر ہر ایماں سے کھیلنے گا
رواج دینا نہ بے حیائی کو، نام دینِ مبین لے کر
وگرنہ اشرف یقین مانو، نفس نفس آگ میں جلے گا

قمر اشرف

ایم عبدالرحمان لدھیانوی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

ملخص از سیرت ائمہ اربعہ ـــ رئیس احمد جعفری

ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ

خصوصیات :-

۱- فقیہہ، محدث، مجاہد

۲- زاہد، مرتاض، عامل سنتِ نبوی

۳- خلقِ قرآن کا جب فتنہ اٹھا تو خاندان عباسیہ کے سب سے بڑے جابر اور خود پرست خلیفہ معتصم باللہ سے ٹکر لی- بر سرِ دربار کوڑے کھائے، جیل میں رہے- اذیتیں برداشت کیں لیکن حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے-

۴- "مسند ابن حنبل" حدیث کی مانی ہوئی کتاب ہے جس کے آپ مصنف ہیں-

۵- عرب کے بعض خطوں میں حنبلی مذہب رائج ہے حکومتِ سعودیہ عربیہ کا سرکاری مذہب یہی ہے-

آپ کا نسب نامہ

ابن خلقان نقل کرتے ہیں- امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن اسد بن ادریس بن عبداللہ بن حیان بن عبداللہ بن انس بن عوف بن قاسط بن ہنب بن افصی بن دعمی بن حدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار بن سعد بن عدنان

حضرت امام کے والد فوج کے ایک سپاہی تھے اور عباسی دولت کے ایک رکنِ عظیم تھے آپ نے جوانی میں انتقال کیا- امام صاحب کی پوری نگہداشت والدہ نے کی کیونکہ آپ دو ہی سال کے تھے جب یتیم ہو گئے تھے- آپ کی جائے پیدائش بعض نے بغداد اور بعض نے مرو لکھی ہے- (ربیع الاول ۱۶۴ھ) اور ابتدائی تعلیم بغداد میں ہوئی-

شوق و ذوقِ علم

امام احمدؒ نے ۱۵-۱۶ برس کی عمر میں ۱۷۹ھ میں حدیث کی سماعت شروع کی- اور امام ابو یوسف کے حلقۂ درس میں زانوئے تلمذ طے کیا- پھر دیگر محدثین سے استفادہ کیا- پہلا حج ۱۸۶ھ میں اور دوسرا ۱۹۱ھ میں کیا پھر ۱۹۶ھ میں اور چوتھا ۱۹۸ھ میں کیا- اس کے بعد ۱۹۹ھ میں یمن جا کر عبدالرزاق محدث صاحبِ مصنف سے حدیثیں سنیں-

فرماتے ہیں عجب اتفاق ہے کہ ایک حج میں جبکہ پیدل چل رہا تھا راستہ بھول گیا میں نے حدیث کا وہ ٹکڑا یَا عِبَادَ اللہِ دُلُّوْنَا عَلَی الطَّرِیْقِ پڑھنا شروع کیا- اسی دوران میں میں نے راستہ پا لیا-

پھر آپ کوفہ تشریف لے گئے اور ایک گھر میں تنگی کے ساتھ قیام پذیر ہوئے سر کے نیچے تکیہ کی جگہ ایک اینٹ تھی آپ نے فرمایا کہ میں بیحد چاہتا تھا کہ کاش میرے پاس اسّی درہم بھی ہوتے تو میں جریر بن عبدالحمید کے ہاں تحصیل علم کے لئے رَے جاتا لیکن میں بے زری کی وجہ سے رَے نہ جا سکا حالانکہ میرے ساتھی وہاں جا رہے تھے-

امام احمدؒ اور امام شافعیؒ

امام ابوبکرؒ نے وہ سب حدیثیں جنہیں امام احمدؒ نے شافعیؒ سے روایت کیا ہے ایک جگہ جمع کر دی ہیں- امام احمدؒ کے فضل کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ امام شافعیؒ جو ان کے استاد الکل ہونے کا شرف رکھتے ہیں جب بغداد میں اپنی دوسری آمد کے موقع پر امام احمدؒ سے ملے تو فرمایا کہ اگر تمہارے پاس کوئی صحیح حدیث حجاز، شام، عراق کہیں کی بھی ہو مجھے اس سے مطلع کرو تاکہ میں اس پر عمل کروں

امام شافعیؒ باوجود اپنے زمانہ کے بہترین عالم ہونے کے حدیث کی مشکلات میں امام احمدؒ کی طرف رجوع کرتے ہیں-

آپ کے اساتذہ میں بشر بن المفضل، اسمٰعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہ، جریر بن عبدالحمید، یحییٰ ابن سعید بن القطان ابو داؤد وغیرہ وغیرہ ہیں-

آپ کے شاگرد :- ابوبکر الاثرم، حرب الکرمانی، حنبل بن اسحٰق، ابوالقاسم البغوی- ان حضرات کو امام احمدؒ کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسے امام اعظمؒ کے ساتھ ابو یوسف محمد بن الحسنؒ کو-

امامؒ کی فقہ اور اجتہادات کے اخذ کرنے والے ۱۲۰ سے زیادہ ہیں اور یہی حضرات ہیں جنہوں نے حضرت امامؒ کی فقہ اور ان کے علمی اجتہادات و نکات کو لے کر سارے عالم میں پھیلایا آج اگر یہ نہ ہوتے تو امام کا علم اُن کے سینہ میں رہ کر اُن کی قبر میں مدفون ہوتا-

آپ کا زُہد و تقویٰ

امام شافعیؒ نے ایک مرتبہ ہارون رشید سے تذکرہ کیا کہ یمن میں ایک قاضی کی ضرورت ہے امام شافعیؒ کو انتخاب کے لئے کہا گیا- انہوں نے امام احمدؒ سے ذکر کیا- آپ نے سختی سے انکار کیا- اور فرمایا میں آپ کے ہاں علم حاصل کرنے آیا ہوں- اس لئے نہیں آیا کہ قضار کا منصب سپرد کریں- امام شافعیؒ کو ندامت ہوئی اور وہ خاموش ہو رہے-

بیہقی نے یہ بھی روایت کی ہے کہ امام احمدؒ اپنے چچا اور بیٹے کے پیچھے نہ نماز پڑھتے تھے اور نہ کسی کے ہاں کھانا کھاتے- کیونکہ حرام سے بہت پرہیز کرتے تھے-

ایک دفعہ مامون رشید نے کچھ سونا محدثین پر تقسیم کرنے کے لئے بھیجا- سب نے قبول کر لیا لیکن امام احمدؒ نے قبول نہ کیا اور صاف فرمایا-

آپ کے صاحبزادہ عبداللہ فرماتے ہیں ـــ کہ خلیفہ واثق کے زمانہ میں ہم تمام لوگ بڑی تنگی سے زندگی بسر کر رہے تھے ایک شخص نے امامؒ کو خط لکھا کہ میرے پاس چار ہزار درہم ہیں آپ اسے قبول فرمائیں آپ نے انکار کر دیا اور وہاں سے چلے آئے- جس وقت یمن میں آپ تحصیل حدیث میں مشغول تھے- آپ کی مالی حالت بہت کمزور تھی پہننے کے جو کپڑے تھے- وہ نہایت بوسیدہ ہو گئے آپ اپنے گھر میں چھپ گئے اور دروازہ بند کر لیا لوگوں نے تلاش کی تو آپ نے اپنی حالت بیان کی- کسی نے کچھ ٹکے دئے تو آپ نے لینے سے انکار کر دیا-

ابو داؤدؒ فرماتے ہیں احمد بن حنبلؒ

کے پاس بیٹھنا آخرت کے فائدوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے امامؒ کو کبھی دنیاوی باتوں میں الجھتے نہیں دیکھا آپ سے متوکل کی تعریف پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا جو غیر اللہ سے ہر قسم کے توقعات کو منقطع کر دے۔

آپ کے صاحبزادہ صالح کا بیان ہے کہ امام احمدؒ اپنے وضو کا پانی کبھی کسی دوسرے سے نہیں منگواتے بلکہ ڈول اپنے ہاتھوں سے کنوئیں میں ڈالتے اور جب بھرا ہوا نکلتا ــــ تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے۔

حضرت امام احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ فقر پر صبر کرنا غنا سے افضل ہے کیونکہ اس پر صبر کرنا بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ اور کسی نعمت کے بدلہ میں شکر کرنے سے زیادہ اولیٰ ہے۔

امامؒ ہر چیز میں اختصار پسند تھے کیونکہ آخرت کے حساب سے بہت ڈرتے تھے۔

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت احمد بن حنبلؒ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ میری ماں مدتوں سے بیمار ہے اور بیس برس سے لنج ہو گئی ہے۔ مجھ کو آپ کے پاس دعا کے لئے بھیجا ہے ــــ آپ کچھ خفا ہوئے اور فرمایا میں تو خود اس کی دعا کا محتاج ہوں۔ پھر آپ نے اس کے لئے دعا کی وہ شخص جب گھر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کی ماں اپنے پیروں سے چل کر کھولنے آئی اور کہا اللہ نے مجھ کو اس مرض سے نجات دے دی۔

فتنۂ خلقِ قرآن

"قرآن مخلوق ہے"۔ یہ فقرہ سب سے پہلے جعد بن درہم نے کہا۔ جو بنی امیہ کے زمانے میں ہو گذرا ہے اس کو خالد بن عبداللہ نے بقرعید کے روز کوفہ میں قتل کیا۔ روایت ہے کہ نماز عید کے وقت جعد بن درہم کو بیڑیوں میں جکڑ کر لایا گیا۔ خالد نے نماز پڑھائی خطبہ دیا اور آخر میں کہا۔ "لوگو! اب جاؤ اپنی اپنی قربانیاں کرو۔ میں آج اپنی قربانی جعد بن درہم کے ساتھ کرونگا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے کلام نہیں کیا اور نہ ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنایا اس کے بعد وہ منبر سے اترا اور جعد کو قتل کیا۔

"قرآن مخلوق ہے" یہ قول جہم بن صفوان نے بھی کہا تھا۔ اس نے کہا باتیں کرنا اللہ کی صفت نہیں کیونکہ بات حادث ہوتی ہے اور اللہ کی صفات قدیم ہیں اُس نے کہا۔ قرآن بھی مخلوق ہے۔ قدیم نہیں۔

خلفائے عباسیہ کے دَور میں معتزلہ نے خلقِ قرآن کو بڑی اہمیت دے رکھی تھی اور اس میں بڑی شدّ و مدّ سے بحثیں کرتے تھے۔ بعض فقہا بھی متاثر ہو گئے تھے۔ چنانچہ بشر بن غیاث بھی اسی خیال کے تھے۔ جب انہوں نے اس کا اظہار امام یوسف کے سامنے کیا تو انہوں نے اسے ٹوکا لیکن جب وہ باز نہ آیا تو اسے اپنی مجلس سے اٹھا دیا۔

بحث کی شدّت

خلق قرآن کے مسئلہ میں مُعتزلہ نے بحثوں کی شدت ہارون رشید کے عہد میں کی تھی لیکن ہارون عقائد کی بحثوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا تھا بلکہ وہ سختی کے ساتھ دباتا رہتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اسے اطلاع ملی کہ بشر بن غیاث قرآن کو مخلوق کہتا ہے۔ تو ہارون نے کہا۔ اگر اللہ نے اسے میرے ہاتھوں میں ڈال دیا تو اس کی گردن مار دونگا۔ بشر نے سُنا تو رُوپوش ہو گیا اور جب تک ہارون زندہ رہا رُوپوش رہا۔ ہارون نے بعض معتزلیوں کو قید بھی کر دیا تھا۔ لیکن مامون کی آمد پر صورتِ حالات بدل گئی وہ معتزلیوں سے متاثر تھا اور اس کے دربار پر معتزلی چھائے ہوئے تھے، معتزلی ہی اس کے حاشیہ نشین تھے اور وہ ان کا بے حد احترام کرتا تھا۔ کہتے ہیں۔ جب ابو ہشام فوطی (جو معتزلہ کا امام تھا) آتا تو مامون اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا۔

معتزلہ نے اپنی اس سرکار رسی سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور مامون کو آمادہ کیا کہ خلقِ قرآن کے بارے میں اپنی حمایت کا اعلان کرے۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح اُن کے مسلک کو فروغ حاصل ہوگا اور وہ عوام میں مقبول ہوں گے۔ مامون اس کے کہنے میں آ گیا اور ۲۱۲ھ میں اس نے اپنے عقیدہ خلقِ قرآن کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد وہ اپنی مجلسوں میں اس عقیدہ پر بحثیں کرتا، دلیلیں دیتا اور ان کو قائل کرنے کی کوشش کرتا۔ تاہم اس نے عوام کو اپنے عقائد کے بارہ میں آزاد چھوڑ رکھا تھا۔

مامون کا سرکاری دباؤ

۲۱۸ھ میں اس نے یکایک یہ فیصلہ کر دیا کہ لوگوں کو سرکاری دباؤ کے ذریعہ عقیدہ خلق قرآن کا قائل کرے اس غرض کے لئے اس نے جو پہلا قدم اٹھایا وہ یہ تھا کہ اپنے گورنروں کے نام جو پیغام بھیجے ان میں حکم دیا کہ وہ فقہا اور محدثین کو بلا کر عقیدہ خلق قرآن کی بابت دریافت کریں اور ان کو مجبور کریں کہ وہ قرآن کو مخلوق مانیں۔ اسحٰق بن ابراہیم بغداد میں اس کا نائب اور گورنر تھا اُس کے نام اس نے اپنا پہلا فرمان بھیجا جس کے آخر میں لکھا۔

"قاضیوں کو اپنے حضور جمع کرو۔ اور امیرالمومنین کا یہ پیغام اُن کے سامنے پڑھو، ان سے خلق قرآن کے متعلق دریافت کرو اور ان کو بتا دو کہ آئندہ وہی قاضی رہے گا جو اس عقیدہ کا اقرار کرے پھر جو قاضی نہ مانے اُس کی رپورٹ کرو۔ اور جو خلق قرآن کے عقیدے کو نہ مانے، اس کو پابجولاں میرے پاس بھیج دیا جائے تاکہ خود امیرالمومنین ان سے گفتگو کرے اگر وہ توبہ اور رجوع نہ کریں تو ان سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دے۔ والئے بغداد "اسحٰق بن ابراہیم" نے فرمانِ شاہی پر عمل کرتے ہوئے محدثین اور فقہا کو بلایا اور مامون کی دھمکی سنا دی۔ ان میں امام احمد بن حنبلؒ بھی تھے۔

والئے بغداد کے سامنے پیشی

والئے بغداد نے کہا۔ امیرالمومنین آپ سے جس بات کا مطالبہ کرتے ہیں اس کا اقرار کیجئے اور اپنی جانوں کو عذاب میں نہ ڈالیو۔ یہ سن کر چار کے سوا سب نے سرکاری عقیدہ مان لیا۔ وہ چار جو اس موقعہ پر نہ ڈگمگائے اور جنہوں نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی تھی یہ تھے (۱) امام احمد بن حنبلؒ (۲) محمد بن نوح (۳) القواریری (۴) سجادہ اسحٰق۔ ان کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ انہوں نے وہ رات اسی حال میں گذاری۔ صبح کو ان میں سجادہ اسحٰق ٹوٹ گئے۔ اور

نہوں نے سرکاری عقیدہ مان لیا اور وہ ہا ہو گئے۔

دوسرے دن پھر وہی بات ان سے کہی گئی اور وہی مطالبہ ان سے کیا لیا۔ چنانچہ القواریری نے بھی رجوع کر لیا۔ ور اس کی بیڑیاں بھی اتار دی گئیں۔ اب و باقی رہ گئے ان کو پابجولاں طرطوس کی رف روانہ کر دیا گیا۔ جہاں مامون کیمپ دالے پڑا تھا۔ راستہ میں محمد بن نوح تاب لاکر واصل بحق ہو گئے اور صرف احمد ن حنبلؒ رہ گئے جن کی کمر ہمت پر دعوتِ حق کا سارا بوجھ آ پڑا۔ جن حضرات نے سرکاری عقیدہ مان لیا تھا ان کو بھی طرطوس میں مامون نے طلب کیا تاکہ ان پر اکرام کی بارش ہو۔

لیکن احمد بن حنبلؒ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ مامون کا انتقال ہو گیا۔ اور اس طرح احمد بن حنبلؒ کو اللہ نے قتل ہونے سے بچا لیا اور حق کی جنگ لڑنے کے لئے وہ زندہ رہ گئے۔

آپ کی شخصیت پر ایک نظر

امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں نے بغداد میں احمد بن حنبلؒ سے زیادہ فقیہہ، زاہد، متقی اور عالم نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں اگر ہم ایک ہی مجلس میں اُن کے محاسن و محامد بیان کرنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے۔ امام عجلیؒ فرماتے ہیں امام احمد ثقہ اور معتمد ہیں۔ اور فن حدیث میں کامل متبعِ سنت و آثارِ صحابہ ہیں۔ آپ کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد دن اور رات میں تین سو نوافل پڑھا کرتے تھے۔ امام ہلال بن علاءؒ فرماتے ہیں خدا نے امتِ محمدیہ پر ان چار شخصوں کو پیدا فرما کر کتنا بڑا کرم فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ کو پیدا فرمایا انہوں نے احادیثِ رسول اللہ سے صحیح فقہ کو مرتب کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ کو پیدا فرمایا۔ آپ نے ثبات و استقامت کی شاہراہ پر گامزن ہو کر اتباع سنت کے طریقہ کو مستحکم کیا۔ امام یحییٰ بن معین کو پیدا فرمایا۔ آپ نے صحیح روایتوں کے معیار کو مقرر فرما کر فن حدیث کو مجلّٰی فرما دیا۔ ابو عبیدہ کو پیدا فرمایا۔ آپ نے نادرات کی تفسیر و توضیح فرمائی۔

علی بن مدینی امام بخاریؒ کے استاد فرماتے ہیں۔ ہمارے اصحابِ حدیث میں سب سے زیادہ حافظ الحدیث امام احمد ہیں۔ امام دارقطنیؒ نے ایک روایت کو نقل کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امام سُفیان ثوری کی وفات کے بعد نشر و اشاعت سنتِ راشدہ میں پھر ایسی ہستی نہیں دیکھی اور امام احمد بن حنبلؒ کی وفات کے بعد پھر بدعتوں کی وہ کثرت ہوئی۔ جو آپ کے عہدِ مبارک میں نہ تھی۔

آپ نے ایک لاکھ حدیثوں میں سے منتخب کرکے مُسند کو مرتب فرمایا جس میں کئی ہزار حدیثیں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی تصنیف کردہ تین کتابیں اور بھی ہیں۔ کتاب طاعۃ الرسول۔ کتاب الناسخ والمنسوخ اور کتابُ العِلل۔

آپ کے مشہور و ممتاز تین شاگرد ہیں (۱) ابوبکر احمد بن محمد بن ہانی (۲) احمد بن محمد بن الحاج المروزی (۳) اسحٰق بن ابراہیم المروزی۔

امام احمدؒ نے فقہ کی پوری تعلیم امام شافعیؒ سے پائی اور ان کے بعض مسائل میں خود بھی جزواً اجتہاد فرمایا ہے۔

امام شافعیؒ کو آپ سے بیحد محبت تھی۔ اور اعتماد واثق بھی تھا۔ چنانچہ اکثر آپ سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ دیکھو احمد! اگر میری کسی اجتہاد یا رائے کے خلاف کوئی حدیث تم کو معلوم ہو تو مجھے باخبر بنا دینا۔ تاکہ میں اپنے قول سے رجوع کر دوں۔

امام احمدؒ اپنے استاد کا بے حد ادب کرتے تھے اور حضرت امام شافعیؒ کی صحبت کا ایک لمحہ بھی نعمتِ یزدانی سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

امام بیہقیؒ نے امام احمدؒ کے اس قول کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے کہ حضرت امام مالکؒ کی روایتیں بے حد صحیح قابلِ قبول اور ہر طرح مستند ہیں لیکن آپ بعض مسائل میں اہل مدینہ کے عمل کو قابلِ ترجیح سمجھتے ہیں۔

طبقات الشافعیہ جلد ۱/۲۰۵ پر یہ روایت موجود ہے۔ امام ربیع فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مصر تشریف لے جانے لگے تو مجھ سے فرمایا۔ اے ربیع! میرا یہ خط بغداد لے جا کر احمد بن حنبل کو دے کر جواب لے آؤ۔ چنانچہ جب میں بغداد پہنچا تو دیکھا کہ امام احمدؒ صبح کی نماز میں مشغول ہیں۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے وہ خط پیش کیا اور عرض کیا۔ کہ آپ کے برادرِ مکرم امام شافعیؒ نے یہ خط بھیجا ہے۔ امام احمدؒ نے ربیع سے پوچھا تم نے بھی دیکھا کیا لکھا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ کیا تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس لفافہ کو کھول کر پڑھا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت! امامؒ نے کیا لکھ دیا۔ فرمایا اس میں امام شافعیؒ نے یہ لکھا ہے کہ انھوں نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے امام شافعیؒ سے ارشاد فرمایا کہ تم ابو عبداللہ احمد بن حنبل کو خط لکھو میرا سلام لکھ کر یہ تحریر کر دینا کہ عنقریب تم خلقِ قرآن کے فتنہ میں مبتلا کئے جاؤ گے خدا تم کو ثابت قدم رکھے گا۔ اور تمہارا علم تاقیامت پھیلتا رہے گا۔

تیسری صدی کی ابتدا میں جب فتنۂ اعتزال اور بدعات نے سر اٹھایا۔ اور صرف ایک ہی نہیں بلکہ پیہم تین عظیم المرتبت بادشاہوں مامون، معتصم اور واثق باللہ کی شمشیرِ استبداد اور قہرِ حکومت نے اس فتنہ کا ساتھ دیا۔ کوئی کہتا کہ یہ زمانہ تو خاموش رہنے کا ہے۔ اور اپنے گھر میں دروازہ بند کرکے بیٹھنا بہتر ہے۔ ایسے حالات میں جبکہ بڑے بڑے علماء کا یہ حال تھا۔ تو دینِ نبوی کا قیام ایک عظیم الشان قربانی کا طلبگار تھا وہ صرف امام احمد بن حنبلؒ کی ذاتِ گرامی تھی جن کو سلطانِ عہد ہونے کا شرف حاصل ہوا انہوں نے نہ تو بادشاہوں کے سامنے سر جھکایا اور نہ دنیا کے طلبگار علماء کی جانب التفات فرمایا۔ بلکہ دینِ خالص کے قیام کے راستہ میں اپنے وجود کو قربان کر دینے اور تمام خلفِ امت کے لئے ثبات و استقامت علی السنۃ الحق کا راستہ کھول دینے کے لئے حسب الحکم فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ اُٹھ کھڑے ہوئے، مقابلہ کیا۔ وہ قید ہوئے۔ چار چار بوجھل بیڑیاں پہنائی گئیں، پہن لیں۔ ایسی حالت سے بغداد سے طرطوس لے جائے گئے۔ بوجھل بیڑیوں کی وجہ سے ہلنا دشوار تھا۔ عین رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بھوکے پیاسے روزہ دار کو تپتی دھوپ میں بٹھایا گیا۔ اور اس مقدس پیٹھ پر جو علوم و معارفِ نبوت کی حامل تھی پوری قوت سے کوڑے مارے گئے۔ ہر جلاد پوری قوت سے کوڑے لگا کر

جب تھک جاتا تھا تو تازہ دم جلاد آکر پیٹنے لگتا۔ تازیانہ کی ہر ضرب پر جو صدا زبان سے نکلتی تھی وہ نہ تو جزع و فزع کی تھی نہ شور و فغاں کی بلکہ وہی صدا تھی جس کی بدولت یہ سب کچھ ہو رہا تھا یعنی القرآن کلام اللہ غیر مخلوق۔ قرآن اللہ کا کلام ہے جو مخلوق نہیں ہے خود معتصم باللہ جس کی ہیبت و رعب سے قیصر روم لرزاں و ترساں رہتا تھا سر پر کھڑا جلادوں کا مجمع چاروں طرف سے گھیرے ہوتے تھا۔ اور وہ بار بار کہہ رہا تھا۔

"اے احمد! خدا کی قسم، جس قدر اپنے بیٹے سے محبت رکھتا ہوں اس سے کہیں زیادہ تم سے محبت ہے۔ اگر تم خلق قرآن کا اقرار کر لو تو خدا کی قسم ابھی اپنے ہاتھوں سے تمہاری بیڑیاں کھول دوں"۔

لیکن اس پیکرِ حق و صداقت اور مجسمۂ سنتِ راشدہ کی زبانِ صدق سے صرف یہ جواب ملتا تھا۔

"خدا کے کلام یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد سے ثابت کر دو تو میں ابھی اقرار کر لوں گا"۔

معتصم نے تنگ آکر قاضی ابن داؤد اور دوسرے عالموں سے کہا۔

"امام احمدؒ سے گفتگو کرو اور مناظرہ کرو"۔ چنانچہ ان لوگوں نے منطقی دلائل پیش کئے۔ آپؒ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا "یہ کیا خرافات ہے۔ اس کائنات ہستی میں میرے سر جھکانے کے لئے صرف دو چیزیں ہیں ایک خدا کی کتاب دوسرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد۔ ان کے سوا سب ہیچ ہیں"۔

علماء کی جماعت نے آپ کو تقیہ کر لینے کی ترغیب دی۔ مگر آپ نے حضورؐ کا ارشاد دہرایا۔ جب صحابہ کرام نے حضورؐ سے کفار کے مظالم اور شدائد کی داستان بیان کی تو فرمایا کہ "تم سے پہلے ایسے لوگ گذر چکے ہیں جن کے سروں پر آرا چلایا جاتا تھا۔ اور جسم لکڑی کی طرح چیر ڈالا گیا تھا مگر یہ آزمائشیں بھی ان کو حق کے اظہار سے نہ روک سکیں۔ امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں مجھے اس قدر مارا گیا کہ جسم خون سے رنگین ہوگیا اور میں بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو چند آدمی پانی لائے اور کہا پانی پی لو۔ میں نے انکار کر دیا کہ روزہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ وہاں سے مجھ کو اسحٰق بن ابراہیم کے مکان میں لے گئے ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔ ابن سماعہ نے امامت کی۔ میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ ابن سماعہ نے بعد نماز مجھ سے کہا کہ تمہاری نماز کیسے ہوئی۔ خون بہہ رہا ہے کپڑے خون میں بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے جواب دیا حضرت عمرؓ کے بھی نماز میں زخم آیا تھا۔ خون بہہ رہا تھا مگر آپ نے نماز پوری کی۔ امام صاحب کے صاحبزادے عبداللہ فرماتے ہیں۔ میرے والد ہمیشہ ایک شخص کے لئے بایں الفاظ دعا فرمایا کرتے تھے۔ خدا ابوالہیثم کی مغفرت فرمائے۔ اور اس پر رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا ابوالہیثم کون ہے۔ فرمایا۔ سنو۔

جس دن سپاہی مجھ کو پکڑ کر دربار شاہی میں لے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک شخص ملا۔ اس نے مجھ سے کہا مجھے پہچانتے ہو۔ میں مشہور چور، عیار، ڈاکو ابوالہیثم لوہار ہوں۔ میرا نام دفتر شاہی میں درج ہے۔ صرف کوڑوں کی مار اگر گنواؤں تو سب مل ملا کر اٹھارہ ہزار کوڑے میری پیٹھ پر ضرور پڑے ہوں گے۔ لیکن میں بھی اپنی وضع اور دُھن کا پکا ہوں اِدھر چھوٹا اُدھر پھیر چوری کی۔ شیطان کی اطاعت میں میری استقامت کس قدر عجیب ہے اس لئے مجھے تم پر افسوس ہوگا۔ اگر اللہ کی راہ میں تم جیسا آدمی ثابت قدم نہ رہ سکے۔ چنانچہ اس کی نصیحت میرے دل میں گھر کر گئی۔

اس ابتلا کے دور کے بعد جمعہ ربیع الاول ۲۴۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ تقریباً پندرہ لاکھ آدمیوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ بغداد میں کہرام مچ گیا۔ عورتیں، بچے، جوان اور بوڑھے سب ہی شریک تھے۔ ہر شخص رو رہا تھا آپ کے پاس حضورؐ کے تین موئے مبارک تھے۔ اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ ایک بال داہنی آنکھ پر، ایک بائیں آنکھ پر اور ایک زبان پر رکھ دینا۔ (صفت الصفوہ ابن جوزی جلد ۲/۲۰۱)

بشارت

علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں۔ ابوبکر مروزی نے آپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک روضہ میں جلوہ افروز ہیں اور دو سبز چادریں پہنے ہوئے ہیں اور آپ کے سر پر ایک ایسا تاج ہے جو بقعۂ نور معلوم ہوتا ہے اور آپ نئی چال سے چل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا حضرت! یہ کیسی چال ہے؟ فرمایا۔ دارالسلام کے خدام کی چال یہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ تاج کیسا ہے؟ فرمایا میرے خدا نے مجھ سے بڑا ہی آسان حساب لیا ہے اور مغفرت فرما دی ہے اور مجھے اپنے دیدار کی اجازت سے ممتاز فرمایا۔ اے احمد! یہ وقار کا تاج ہے جس طرح تُو نے صبر و استقامت سے میرے کلام کو غیر مخلوق کہا۔ اس کا یہ صلہ ہے۔

ضروری نوٹ

اس سے پیشتر بھی اعلان کیا جا چکا ہے کہ تمام فقہی مسائل جن کا علم در اصل ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ مقامی علماء حضرات اور کتب فقہ و احادیث سے معلوم کئے جائیں۔ اس سے متعلق جوابات اس صفحہ پر شائع نہیں ہوں گے استفتاء کے عنوان کے تحت صرف فتاویٰ شائع ہوں گے۔ وہ بھی اس صورت میں جبکہ سوال میں واضح ہو کہ مقامی طور پر اس کا جواب دستیاب نہیں ہو سکا۔ نیز جوابات صرف شائع ہوں گے۔ جوابی ٹکٹ یا لفافہ بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

مشتاق حسین بخاری۔ منیجر

ایک خط اور اس کا جواب

ہفت روزہ خدام الدین لاہور مورخہ ۱۳ / جولائی ۱۹۶۲ء کے پرچے میں "آفات لسانی" کے موضوع پر ایک مضمون از جناب میاں غلام حسین صاحب ناظم انجمن خدام الدین شائع ہوا۔ جناب میاں صاحب آفاتِ لسان گنتے گنتے لعنت کرنے کے متعلق صٹ پر یوں رقمطراز ہیں کہ 'لعنت کرنا جیسے مسلمان پر جائز نہیں اسی طرح کافر یا جانور پر بھی جائز نہیں ہے۔ اس سے بچنا چاہئے'۔

کیا مسلکِ اہلسنت والجماعت یہی ہے کہ کافر پر لعنت نہیں کرنی چاہئے؟ اگر ناجائز ہے تو قرآن میں یوں کیوں لکھا ہے کہ "تحقیق وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اس حالت میں مرگئے کہ وہ کافر تھے تو ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت، ملائکہ کی لعنت، اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور ہمیشہ لعنت ہی میں رہیں گے۔

(پ ۲۔ سورہ بقر۔ رکوع ۲)

مہربانی فرما کر یہ مسئلہ اگلے شمارے میں واضح کریں۔ کیونکہ لوگ غلجان میں پڑے ہوئے ہیں۔ والسلام

محمد ابن جراح تونسوی
جامع مسجد لنگراں حسین آگاہی ملتان شہر

جواب:۔ میں نے ۱۳ / جولائی کے خدام الدین میں ایک مضمون "آفات لسان" کے موضوع پر لکھا تھا اس میں آفت نمبر ۵ لعنت کرنا کے عنوان کے نیچے آخری فقرہ یہ تھا۔ "لعنت کرنا جیسے مسلمان پر جائز نہیں اسی طرح کسی کافر یا جانور پر بھی جائز نہیں ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔"

یہ فقرہ کتاب "شریعت اور طریقت از افادات حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرفعلی صاحب تھانوی" کے صفحہ ۱۹۰ پر سے لیا گیا تھا۔ جس کے اصل الفاظ یہ ہیں "لعنت کرنا جیسے مسلمان پر جائز نہیں کسی جانور اور معیّن کافر پر بھی جائز نہیں" مضمون میں اس فقرے کا اضافہ کرتے وقت لفظ "معیّن" رہ گیا ہے۔ لفظ کافر سے پہلے لفظ معیّن کا اضافہ کر لیں۔ تصحیح ہو جائے گی اور غلجان بھی دور ہو جائے گا۔

خط میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ مَاتُوْ وَ ھُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ۔ (جن لوگوں نے کفر کیا اور وہ کفر کی حالت میں ہی مرگئے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔)

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کون کفر پر مرا۔ ہمیں کس طرح علم ہو سکتا ہے کہ کون کفر پر مرا اور کون ایمان پر۔ پھر ہمیں کیا حق ہے کہ کسی پر لعنت کریں۔ کتاب مذکورہ کے صفحہ ۱۷۹ پر لعنت کے تین درجے بتائے گئے ہیں۔

۱۔ جن اعمال و خصائل پر قرآن مجید اور حدیث پاک میں لعنت وارد ہوئی ہے جیسے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیْنَ یا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔ یہ صورت بالاتفاق جائز ہے

۲۔ کسی مخصوص فرقۂ ضالہ پر اس کے وصف ضلالت کے ساتھ لعنت کرنا جیسے یہود و نصاریٰ، سود خواروں اور شرابیوں پر۔ یہ بھی جائز ہے۔

۳۔ کسی خاص شخص زید و عمر یا کسی جماعت خاص۔ فلاں شہر کے باشندے یا فلاں قبیلہ یا فلاں قوم پر لعنت۔ یہ خطرناک ہے۔ اس میں احتیاط لازمی ہے اس کی تحقیق اکثر حقیقی نہیں ہوتی بدگمانی یا غلط خبروں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ محض گمان پر لعنت کرنا حرام ہے اور اعمال پر بھی لعنت اس وقت جائز ہے جب معلوم ہو جائے کہ اس نے توبہ نہیں کی اور آئندہ بھی توبہ نہیں کرے گا۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

صـ۴۴۵ کیمیائے سعادت امام غزالیؒ

لوگوں پر لعنت نہیں کرنی چاہئے۔ اس طرح کہنا جائز ہے۔ کافروں، ظالموں اور بدعتیوں پر لعنت۔ کسی خاص شخص کو یہ کہنا کہ تجھ پر لعنت ہے یا فلاں شخص پر لعنت ہے۔ یہ اس صورت میں جائز ہے جبکہ از روئے شریعت یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کفر پر مرا تھا۔ جیسے فرعون اور ابوجہل وغیرہ یا کسی یہودی پر لعنت کرنا۔ اس میں اندیشہ ہے۔ کہ شاید موت سے پہلے اسلام لا کر بہشتی ہو جائے اور لعنت کرنے والے سے اچھا ہو جائے۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے لئے کسی پر لعنت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اگر کوئی ساری عمر ابلیس، یزید اور فرعون پر لعنت نہ کرے تو قیامت کے دن اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے ان پر لعنت کیوں نہ کی۔ لیکن اگر کسی پر لعنت کرے تو وہ معرض خطر میں ہے اور قیامت کو اس سے بازپرس ہوگی۔ کسی پر لعنت کرنے سے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لعنت کرنے سے بچنے کی تاکید کرتے رہے ہیں۔

قیامت کے دن ہم سے ہرگز نہیں پوچھا جائے گا کہ فلاں فلاں پر لعنت کیوں نہ کی۔ اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔

(میاں) غلام حسین عفی عنہ

عطاء الحق قاسمی۔ ایڈیٹر "شفق" ایم۔اے۔او کالج میگزین لاہور

یہ تیرے پُراسرار بندے

رات کے تقریباً بارہ بج چکے تھے تبلیغی جماعت کے امیر مولانا محمد یوسف صاحب اپنی تقریر ختم کر کے اب دعا مانگ رہے تھے۔ جامع مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور رات کے سناٹے میں مولانا خدا کے حضور گڑگڑا رہے تھے:۔

"یا اللہ! ہمیں نیکیوں کی طرف راغب کر، ہمیں ہمت دے کہ ہم تیرے دین کی خاطر گھروں سے نکلیں۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے دین کا پرچم بلند کر سکیں۔ یا اللہ! تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ تو اگر چاہے تو ہمارے دلوں کو پھیر دے — تو اگر چاہے تو ہمارے دلوں سے دنیا کی محبت نکال کر اپنی محبت بھر دے — اے اللہ! یہ سب کچھ تیرے ہی بس میں ہے ہم گنہگار بندے تیری ہی اعانت چاہتے ہیں۔ تو اپنے حبیبؐ کے صدقے میں ہماری مدد فرما۔"

یہ کہتے کہتے حضرت مولانا کی آواز بھرا گئی۔ آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور پھر وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لوگوں میں بھی ضبط کا چارا نہ رہا۔ چنانچہ پندرہ بیس ہزار کا مجمع ہچکیاں لینے لگا۔ آدھی رات کا وقت، مسجد کا ماحول اور خدا کے حضور میں یہ گریہ وزاری۔ مجھ جیسا گنہگار شخص بھی اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکا۔

یہ واقعہ جس کا ابھی ابھی میں نے ذکر کیا ہے تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع کے موقع پر دیکھنے میں آیا۔ یہ اجتماع ہر سال باقاعدگی سے رائے ونڈ میں منعقد ہوتا ہے۔ پاکستان کے کونے کونے سے دین کا درد رکھنے والے مسلمان یہاں جمع ہوتے ہیں۔ اور پھر یہاں سے ٹولیوں کی شکل میں ملک کے چپے چپے میں تبلیغ کے لئے پھیل جاتے ہیں — دوسرے ممالک مثلاً برطانیہ، جاپان، جرمنی وغیرہ کو بھی تبلیغی جماعتیں روانہ ہوتی ہیں۔ اور سینکڑوں لوگوں کو اسلام کے دامنِ رحمت میں لانے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اندرونِ ملک جو جماعتیں کام کرتی ہیں۔ ان کا مقصد کافروں کو مسلمان بنانا نہیں بلکہ "مسلمانوں" کو مسلمان بنانا اور اور اپنے نفس کی اصلاح کرنا ہوتا ہے۔

اس سلسلۂ تبلیغ کی بنیاد حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی — اور شروع شروع میں میواتیوں میں اس کا پرچار کیا۔ میوات میں اس وقت کفر و فسق کا دَور دَورہ تھا اور لوٹ مار کو فن کی حیثیت حاصل تھی۔ کسی کا جان و مال محفوظ نہ تھا۔ یہ لوگ دن دہاڑے مسافروں کو لوٹ لیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس (خدا ان کی قبر پر اپنے انوار کی بارش کرے) نے ان لوگوں کی اصلاح کی ٹھانی۔ اور اس علاقے میں تشریف لے آئے — شروع شروع میں آپ کو بہت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لوگوں کی باتیں سننا پڑیں۔ مگر آپ نے حوصلہ نہ ہارا۔ حضرت اگرچہ حقّے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ مگر صرف اس لئے کہ یہ لوگ میرے پاس بیٹھیں۔ اور دین کی باتیں سنیں۔ آپ ایک مٹی کے چبوترے پر حقہ بیچ میں رکھ کر ان سے باتیں کیا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ آپ کی طرف مائل ہوتے چلے گئے۔ اور ایک بڑی تعداد ہر وقت ان کے گرد جمع رہنے لگی۔ اور آخرکار یہی لوگ جو اوّل درجے کے اُچکّے، لٹیرے اور فاسق و فاجر تھے۔ دینِ حق کے داعی بن گئے۔

حضرت مولانا الیاسؒ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب نے اس کام کا بیڑا اٹھایا۔ جسے وہ اب تک بڑے احسن طریق سے انجام دے رہے ہیں۔ آج کل اس جماعت کا مرکز رائے ونڈ ہے۔ اور یہاں سے ہر روز ملک کے مختلف گوشوں کو تبلیغی جماعتیں روانہ ہوتی ہیں۔

یہ جماعت ہمارے معاشرے میں ایک انقلاب لانا چاہتی ہے۔ ایسا انقلاب جو ہماری زندگیوں کے دھارے بدل دے اور ہماری زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال دے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے یہ اقتدار کی خواہش مند نہیں۔ بلکہ یہ عوام کو ہی قوت کا اصل سرچشمہ سمجھتی ہے۔ اس کے خیال میں اگر عوام درست ہو جائیں تو حکام خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے اور میرے خیال میں یہ نظریہ کافی حد تک درست ہے۔

معاشرہ میں انقلاب پیدا کرنے کا انہوں نے یہ طریقہ سوچا ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کی اصلاح کرے — اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کچھ مدت کے لئے اپنے گندے ماحول کو چھوڑ دے اور اتنا عرصہ خالص اسلامی ماحول میں رہے۔ یعنی اپنا وقت تبلیغی جماعت کے ساتھ گذارے تاکہ اسلامی زندگی کی خوبیاں نکھر کر اس کے سامنے آ جائیں۔ اور جب وہ گھر واپس پہنچے تو اس کے دل میں نور کی ایک ایسی شمع روشن ہو جس سے وہ دوسروں کے دل کا اندھیرا بھی دُور کر سکے۔

مجھے کچھ عرصہ اس جماعت کے ساتھ رہنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی۔ کہ کسی کو نماز وغیرہ کے متعلق تلقین کرتے وقت یہ اس کی نفسیات کو ضرور سامنے رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ گشت کے دوران ہم نے ایک جگہ ۱۴-۱۵ سال کے بچوں کو کرکٹ کھیلتے دیکھا۔ امیر جماعت نے ہم میں سے ایک صالح نوجوان حامد علی کو ان سے بات چیت کے لئے مقرر کیا۔ خدا نے اس شخص کو قوتِ گویائی سے مالا مال کیا تھا۔ اور اس کی زبان میں بہت اثر تھا۔ چنانچہ انہوں نے ان بچوں کو پاس بلایا۔ پہلے تو وہ جھجکے پھر چلے آئے۔ حامد علی صاحب نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔ "بچو بھلا بتاؤ تو سہی! کھلاڑی کسے کہتے ہیں؟ وہ سب بولے۔ "جو کھیلنا جانتا ہو۔" پھر پوچھا۔ "دوکاندار کسے کہتے ہیں؟" بچوں نے جواب دیا۔ "جو دوکان پر بیٹھتا ہو۔" "اور زمیندار کسے کہتے ہیں؟" بچوں نے جواب دیا۔ "جو

کبھی بازی کرے"۔ اب حامد صاحب اصل مقصد کی طرف لوٹ آئے۔ اور کہا۔" تو بچو! اسی طرح مسلمان بھی اسے کہتے ہیں جو خدا کے احکام کو مانے اور ان پر عمل کرے۔ تم مسلمان ہو نا؟ بچوں نے ہاں میں جواب دیا۔ یہ بولے۔ تو پھر آج سے نماز پڑھا کروگے؟ سب بچوں نے وعدہ کیا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ مغرب کی نماز میں پوری کی پوری ٹیم سروں پر ٹوپیاں لئے اور پاجامے پہنے ہوئے موجود تھی۔

ایک اور قابلِ تعریف چیز۔ جو اس جماعت کے لوگوں میں بہت نمایاں ہے۔ وہ ان کا جذبۂ اخلاص ہے۔ جو ہر مسلمان کے لئے ان کے دلوں میں پایا جاتا ہے۔ اس جماعت کا ہر ایک فرد یہی چاہتا ہے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو جہنم کی آگ سے بچا لے۔ حامد علی صاحب نے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ ایک دفعہ بڑے افسوس سے بیان کیا کہ ہم اگر کسی مکان کو آگ میں گھرا ہوا دیکھتے ہیں تو اس کے باسیوں کو اس آگ سے بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ہم نے اپنے بھائیوں کو اس آگ سے بچانے کی کبھی کوشش نہیں کی جو اس دنیاوی آگ سے کئی کروڑ گنا زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اور جس میں گنہگاروں کو ایک طویل مدت تک رہنا ہوگا۔

مختصراً یہ کہ اس جماعت نے اپنے خلوص اور تبلیغ کے نفسیاتی طریق کی بدولت ہزارہا لوگوں کی زندگیاں بدل کر رکھ دی ہیں۔ ان کے سوچنے کا ڈھنگ بدل دیا ہے، ان کی طرزِ گفتار بدل دی ہے اور ان کے کردار کو اسلامی سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس لئے میں پورے وثوق کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ اگر آپ کو کوئی ایسا آدمی نظر آئے۔ جو نہایت عجز و انکسار سے بات کرتا ہو جو ہر بات میں خدا کے احکام کو سامنے رکھتا ہو، لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتا ہو اور فرقہ بندی کی لعنت سے بالکل پاک ہو تو سمجھ لیجئے کہ وہ تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔

سوانح حیات حضرت مولانا احمد علی رح

کی تدوین و اشاعت

تفسیر قرآن حکیم و تدریس حدیث وفقہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا مرشدنا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پایہ بہت بلند ہے۔ آپ نہ صرف عالم دین تھے بلکہ زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی اللہ تھے۔

حضرتؒ کی ساری زندگی قرآن و سنت کے درس میں گذری۔ آپ نے اعلائے کلمۃ الحق کے لئے اپنا ہر سانس وقف کر دیا تھا۔ آپ عمر بھر شرک و بدعت، کفر و الحاد اور رسوم قبیحہ کے خلاف مصروف جہاد رہے۔ ہزاروں گم کردۂ راہ مرخیدہ لوگ جو شعائر اسلام کا تمسخر اڑاتے تھے۔ آپ کی بصیرت افروز تقاریر و تحریر سے متاثر ہو کر راہ راست پر آ گئے۔ اور اب سچے مسلمان کی زندگی گذار رہے ہیں۔ آپ کا یہ کارنامہ ہر لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔

حضرت مولانا احمد علیؒ قال اللہ و قال الرسول کی جیتی جاگتی تفسیر تھے۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا غرضیکہ ہر عمل اور ہر قول محض رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ رسول برحقؐ کے لئے تھا۔ آپ کے اقوال و اعمال ملت اسلامیہ کے لئے تا قیامت مشعل راہ اور شمع ہدایت کا کام دیں گے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو اور زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر قول طالبان حق کے لئے محفوظ کر لیا جائے۔

حضرتؒ کے عقیدت مند یہ سن کر خوش ہوں گے کہ پاکستان کے مشہور ادارۂ طباعت و اشاعت فیروز سنز نے اس مایہ ناز دینی رہنما کے سوانح حیات پر مشتمل ایک مبسوط اور مستند کتاب شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس گرانقدر کام کے لئے حضرت مولاناؒ سے قریبی تعلق رکھنے والے ایک اہل قلم کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس جلیل القدر شخصیت کی حیات پر قلم اٹھانا اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا فرد واحد کی دسترس سے باہر ہے۔ یہ سوانح حیات اسی صورت میں جامع و مانع ہو سکتی ہے جب کہ وہ تمام علمائے کرام اور صوفیائے عظام جنہوں نے کسی نہ کسی صورت میں حضرتؒ سے فیض روحانی حاصل کیا ہے اور انہیں مولاناؒ کی صحبت میں بیٹھنے، ارشادات گرامی سننے اور انہیں قریب سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ مولاناؒ کی زندگی سے متعلق وہ تمام حالات و واقعات جن کا انہیں علم ہو ارسال کر کے اس کارِ خیر میں مصنف سے تعاون کریں۔

حضرت مولاناؒ کے ذاتی خطوط بھی علم و عرفان کا سرچشمہ ہوتے تھے۔ آپ کی سوانح میں آپ کے وہ تمام خطوط بھی شامل کئے جائیں گے جو آپ نے اپنے احباب، تلامذہ، مریدوں اور معتقدوں کو تحریر فرمائے تھے۔ اگر کسی صاحب کے پاس حضرت مولاناؒ کا کوئی مکتوب گرامی محفوظ ہے تو براہ کرم ہمیں ارسال فرمائیں ——
انشاء اللہ استفادہ کے بعد بشکریہ واپس کر دیا جائے گا۔

عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین۔ شیرانوالہ دروازہ لاہور

جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے زیر اہتمام

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا آخری فیصلہ

مخدوم العلماء حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تشریف آوری پر مسئلہ حیات النبی کے متعلق جو فیصلہ ہوا تھا اسکے متعلق مشہور کر دیا گیا کہ وہ فیصلہ یا اس کے بعض اجزاء منسوخ ہو گئے ہیں۔ عوام اس سے پھر انتشار اور پریشانی کا شکار ہو گئے۔ اس لئے جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کے مرکزی اجلاس منعقدہ ۴ راگست ۱۹۶۲ء نے حسب ذیل قرارداد بالاتفاق پاس کی۔ اور حقیقت حال کا جائزہ لینے کے لئے اور فیصلہ کن اعلان کرنے کے لئے علماء کرام کا ایک بورڈ قائم کر دیا گیا۔

کارروائی اجلاس مذکورہ بالا یہ ہے :-

کارروائی اجلاس جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان۔ نشست بعد از نماز عصر بالاتفاق قرار پایا کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ عذاب قبر۔ شفاعت و وسیلہ وغیرہ سے متعلق نزاع و جدال کو ختم کرنے اور ان مسائل کی ایسی وضاحت کرنے کے لئے جس سے انتشار اور انشقاق کی فضا اتحاد سے بدل جائے ایک سب کمیٹی کی تشکیل دی جائے۔ یہ کمیٹی آج تک کے پیش آمدہ حالات کا جائزہ لے کر جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے کامل ذمہ داری کے ساتھ ایسا اعلان کرنے کی مجاز ہوگی جس سے صورت حال واضح اور اضطراب دور ہو۔ کمیٹی کے ارکان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں :-

۱۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری
۲۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب سرگودھا
۳۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ملتان
۴۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب گوجرانوالہ
۵۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب، اکوڑہ خٹک

کمیٹی کے صدر، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اور ناظم حضرت مولانا محمد سرفراز خانصاحب صفدر گکھڑوی مقرر کئے گئے ہیں۔

بقیہ صـ۱۹ جہاد فی سبیل اللہ

اسے کبھی برداشت نہیں کرتا - اور اپنا فرض ادا کرتا ہے -

عزیزان وطن ! پاکستان بلکہ دنیائے اسلام کا ہر فرد اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ ہندوستان سے آنے والے مسلمانوں کی عزت و ناموس کو کس طرح لوٹا گیا ان کی جائدادیں اور ان کے اموال کو کس طرح غارت کیا گیا - آج بھی ہماری ہزارہا مائیں ، بہنیں اور بیٹیاں مشرقی پنجاب کے انسان نما درندوں کے قبضہ میں ہماری بے غیرتی کا ماتم کر رہی ہیں لیکن ہم نے ان کو آزاد کرانے کے لئے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے جنگِ آزادی شروع کی تو کہیں ہم مر نہ جائیں -

برادرانِ اسلام ! دشمن ہمارے سر پر کھڑا ہے وہ ہمیں مٹا دینے پر ادھار کھائے بیٹھا ہے - کفر و شرک کے لئے خدائے واحد کی پرستش کرنے والوں کا وجود ناقابلِ برداشت ہے - سوال یہ نہیں کہ دشمن کی فوجی قوت زیادہ ہے یا ہماری بلکہ سوال یہ ہے کہ جب مسلمانوں پر ظلم کیا جائے تو اس کا کیا فرض ہے ؟ کیا انہیں ظلم و استبداد کے سامنے اس لئے جھک جانا چاہئے کہ ان کے دشمن کی افواج ان سے زیادہ ہیں -

خوب یاد رکھو کہ ہماری سلامتی کا دار و مدار صرف اس بات پر ہے - کہ موت سے ہرگز نہ ڈریں - جان کی پروا نہ کریں - اپنے وطن عزیز کی حفاظت اور کشمیریوں کی آزادی کے لئے اپنی جانیں اپنی اولادیں عزت و ناموس غرضیکہ ہر قیمتی سے قیمتی شے قربان کر دینے کے لئے ہر وقت تیار رہیں اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کے لئے کمربستہ ہو جائیں - یہی وہ نکتہ ہے جو ہمیں دین و دنیا میں فائز کر سکتا ہے اگر ہم اپنی ذہنیتوں میں تبدیلی کر لیں اور جذبۂ جہاد سے سرشار ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو ہمارا بال بیکا کر سکے - پھر دشمن خواہ کوئی ہو اور کتنا طاقتور کیوں نہ ہو جب بھی تمہارے مقابل پر آئے گا منہ کی کھائے گا - تمہارے خلاف جو ہاتھ اٹھے گا وہ شل کر دیا جائے گا اور جو آنکھ تمہیں عداوت کی نظر سے دیکھے گی وہ پھوڑ دی جائے گی -

ہمارا رحمان و رحیم خدا کہتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے دشمن کے مقابلے کی تیاری کرو - اور پھر خواہ وہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو ہم تمہیں اس پر غلبہ عطا کریں گے -

عزیز بچو ! حق سے باطل کا تصادم ہمیشہ باطل کی تباہی کا موجب ہوتا ہے -

حق سے باطل جب کبھی ٹکرائے گا مٹ جائیگا
لازمی ہے یہ شکست، اک شیشہ ہے اک سنگ ہے

اس لئے ہمیں ظلم و استبداد کے سامنے جھکنے کی بجائے اس کے خلاف صف آرا ہونا چاہئے - اور خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی طاقت سے خوف زدہ نہ ہونا چاہئے - مومن کی شان بیان کرتے ہوئے ترجمانِ حقیقت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

ایصالِ ثواب دار العلوم اسلامیہ جامع مسجد سابق بارڈر پولیس بازار توپخانہ لاہور چھاؤنی میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قرآن پاک ختم ہوا - (محمد شفیق لطفی جنرل سٹور)

بچوں کے لئے

جہاد فی سبیل اللہ

محمد اکرام الحق، گجرات

عزیز بچو! حق و صداقت، ذاتی حفاظت اور دین کی خاطر خدا تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کو جہاد کہتے ہیں۔

جہاد مسلمانوں کی عظمت اور دینِ اسلام کی سربلندی و سرفرازی کا ضامن ہے۔ جب تک مسلمانوں میں جذبۂ جہاد موجود رہا وہ دنیا میں کامیاب و کامران رہے دنیا کے بڑے بڑے سرکش حکمران ان کے نام سے کانپتے تھے۔ یہ اسی مقدس جذبہ ہی کا اثر تھا کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں جو اس زمانہ کی سب سے بڑی اور طاقت ور حکومتیں تھیں۔

ان کی تربیت یافتہ، بہترین اسلحہ سے مسلح بے شمار افواج، اُن کے آزمودہ کار جرنیل، ان کے بے پناہ وسائل و ذرائع، ان کا جاہ و جلال، ان کی سطوت و شوکت، ان کا رعب و دبدبہ غرضیکہ کوئی چیز بھی عرب کے مٹھی بھر، غیر تربیت یافتہ، بے سروسامان شتربانوں اور چرواہوں کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ دنیا ان کے کارناموں پر محوِ حیرت ہے۔ اور بڑے بڑے مفکر انگشت بدنداں ہیں۔ ان کے انہی شاندار کارناموں سے متاثر ہو کر ایک متعصب ذہنیت رکھنے والا عیسائی مؤرخ یوں رقمطراز ہے:۔

"یہ بات مجھے ورطۂ حیرت میں ڈالتی ہے کہ چند ایک غریب اور مفلوک الحال مسلمان ایک ایسی مسجد میں بیٹھے ہیں جس کی چھت کھجور کی شاخوں کی ہے اور جس کا فرش کچا ہے حتیٰ کہ بارش ہو تو چھت ٹپک ٹپک کر نیچے کیچڑ ہو جاتا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو جب سجدہ کرتے ہیں تو پیشانی کیچڑ میں لت پت ہو جاتی ہے۔ مگر یہ لوگ مسجد میں بیٹھ کر مشورے کرتے ہیں تو ایران و روم کی سلطنتوں کو تاخت و تاراج کرنے کے اور آتش کدوں کو سرد کر کے خدائے واحد کی توحید قائم کرنے کے۔ اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ چند ہی سالوں میں یہ ایسا کر دکھاتے ہیں۔ مَیں محمدؐ کی رسالت کا قائل تو نہیں ہو سکتا مگر یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ اتنا بڑا انقلاب کیونکر ہوگیا"۔

قرآن مجید کا مسلمانوں کے لئے یہ تاکیدی حکم ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی قوت کو مضبوط کرتے رہیں اور سرحدات کو محفوظ رکھیں اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کے فرض سے ایک لحظہ کے لئے بھی غافل نہ ہوں۔ ہمارے اسلاف کی تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ دشمن بہت بڑی بڑی افواج اکٹھی کر کے اسلامی سرحدات پر لائے لیکن ہر بار منہ کی کھائی۔ اور ناکام و نامراد واپس لوٹے۔ قرآن حکیم ہمیں سکھاتا ہے کہ جب دشمن کی افواج مسلمانوں کی سرحدوں پر جمع ہوں تو مومن ایسے موقع پر گھبراہٹ محسوس نہ کریں بلکہ عزم و ثبات کا ثبوت دیں۔ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

"لوگوں نے مسلمانوں کو خوب ڈرایا کہ بڑی بھاری فوج تمہارے لئے اکٹھی ہوئی ہے تو اس خبر سے مسلمانوں کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (ہماری امداد کے لئے ہمارا خدا کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے"۔ دشمن کی بھاری افواج کا اجتماع ایک دنیادار کو تو ہراساں کر سکتا ہے لیکن مومن کے دل میں خوف و ہراس پیدا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس سے مومن کا حوصلہ بلند اور ایمان مضبوط ہو جاتا ہے۔

جنگِ بدر سے ایک یا دو روز قبل مسلمانوں نے قریش مکہ کا ایک آدمی گرفتار کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ ائمہ قریش میں سے کون کون آیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ابوجہل، عتبہ، شیبہ، امیہ وغیرہ۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"مکہ نے تو اپنے تمام جگر کے ٹکڑے نکال کر ہمارے سامنے لا ڈالے ہیں"۔ گویا ان تمام بڑے بڑے بہادرانِ قریش کے اجتماع کی خبر پا کر آنحضرتؐ نے کسی گھبراہٹ کا نہیں بلکہ اطمینان کا اظہار فرمایا۔

عزیز بھائیو! ہم مسلمانوں کا بھی یہی کردار ہونا چاہئے۔ یاد رکھو آزادی کی شمع ہمیشہ مجاہدوں کے خون سے جلتی ہے اور ہمیں یہ خون دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔

اللہ تبارک و تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے"۔ ان لوگوں کو جن پر ظلم کیا گیا جہاد کی اجازت دے دی گئی اور اللہ تعالےٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔

مسلمان جنگ کی ابتدا نہیں کرتا۔ لیکن جب اس پر ظلم کیا جائے تو

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء